REGD L-P-NO 861

رجسٹرڈ ایل پی نمبر ۸۶۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- صلاح الدین ملک ایم - اے

اسسٹنٹ ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقا پوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے ممالک غیر ۷½ روپے

تواریخ اشاعت ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸ - فی پرچہ ۲ / ۰ ر

جلد ۴ | ۷ ماہ صلح ۱۳۳۴ ہش = ۷ جنوری ۱۹۵۵ء | نمبر ۱

سالِ نو اور ہماری ذمہ داریاں

احباب کرام! ہم نئے سال میں داخل ہوئے ہیں - ضروری ہے کہ ہم نئی اُمنگوں اور نئے ولولوں اور پوری سرگرمی اور جوش کے ساتھ معروفِ کار ہوں - اور تلافیٔ مافات کریں - ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ پوری سنجیدگی سے اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہوں - ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں یہ کہ :-

(۱) جماعت احمدیہ دنیا میں پیغام امن و صلح لائی ہے - ہمیں مصالحت - رواداری کی روح اپنی بستی - ضلع - صوبہ اور سارے دیش میں پھیلانے کے لئے پورا جتن کرنا چاہیئے -

(۲) ہم خود تو ہمیشہ باغیانہ طریقوں سے بچتے ہی - ان طریقوں کے مضرات تمام جنتا کے ذہن نشین کرنے چاہئیں -

(۳) جماعت میں زیادہ تعاون - ہم آہنگی کی روح پھونکنی چاہیئے - تاکہ افتراق - انشقاق نزدیک نہ آنے پائیں -

(۴) مجالس انصار اللہ - خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کو افراد کی تربیت کی طرف توجہ دینی چاہیئے -

(۵) ہم اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں کریں اور ہمارا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو - ہم ہر کام میں دین کو دنیا پر ترجیح دیں -

حضرت امام ایدہ اللہ کا پیغام جماعت ہند کے نام

جماعت احمدیہ ہند کے نام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے ذیل کا پیغام امیر قافلہ جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹر لاہور کے ہاتھ ارسال فرمایا :-

" جماعت احمدیہ ہندوستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپکی مدد کرے اور آپ اپنے پاؤں پر کھڑے ہی اپنی ضرورتوں پر غور کریں اور اپنی مشکلات کے حل سوچیں اور اپنے مستقبل کے لئے پروگرام تجویز کریں یاد رکھیں کہ یہ زمانہ سخت ابتلاؤں کا ہے - قوم پر قوم چڑھ رہی ہے - اور ملک ملک کے خلاف کھڑا ہے - آپکو امن کے قیام کے لئے کھڑا کیا گیا ہے اس لئے وہ کام کریں جن سے امن پیدا ہو اور وہ جماعت پیدا کریں جس کو خدا تعالیٰ پر اعتقاد ہو اور بندوں کی محبت سے بھی سرشار ہو جو خالق اور مخلوق کے درمیان ایک پُل کا کام دے - آمین ثم آمین -

خاکسار

مرزا محمود احمد ۲۳ / ۱۲ / ۵۴

جلسہ سالانہ ربوہ

ابھی تک تفصیلی اطلاع جلسہ سالانہ ربوہ کے متعلق موصول نہیں ہوئی - فی الحال روزنامہ ملت لاہور کی شائع کردہ خبریں درج ذیل کی جاتی ہیں جو اخبار مذکور نے اپنے نامہ نگار کی طرف سے ۲۹ اور ۳۰ دسمبر کو شائع کی ہیں - البتہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے جلسہ کے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہونے کی اطلاع ملی ہے - (ایڈیٹر)

ربوہ ۲۷ دسمبر - فرقہ احمدیہ کے امام مرزا بشیر الدین محمود نے سالانہ احمدیہ جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی کی رفتار کو زندہ کئے بغیر دائمی عروج حاصل نہیں ہو سکتا - عالم اسلام میں اخلاقی انحطاط کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جب تک مسلمانوں کا اخلاقی معیار بلند کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی - اس وقت تک ترقی کی کوئی امید نہیں -

پردے کے متعلق جدید رجحانات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے احمدی فرقہ کو میانہ روی کی تلقین کی - پچھلے کچھ عرصے میں عورتوں پر جو سختیاں کی گئی ہیں ان کی مذمت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پردے کی مد ... کو اُدرڈ ... معمولی سرگرمی دکھائی جاتی ہے یہ اُس رویہ کا ردِ عمل ہے جو مردوں نے اختیار کیا ہوا ہے - انہوں نے مردوں پر زور دیا کہ وہ عورتوں کے اُس وقار کو تسلیم کریں جو اسلام نے مقرر کیا ہے اور عورتوں سے کہا کہ وہ پردے کے متعلق خدا کے احکام کو سمجھیں اور مذہبی سرگرمی کے ساتھ پردے کی پابندی کریں -

اتوار کی رات کو انڈونیشیا - مغربی اور مشرقی افریقہ - برٹش گی آنا - مین اور عدن کے نمائندوں نے بھی تقریریں کیں - اور اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں ان ممالک میں جو کام کیا گیا ہے اس کا ذکر کیا

ربوہ - ۲۸ دسمبر ربوہ میں فرقہ احمدیہ کا تین روزہ سالانہ اجلاس آج (منگل) ختم ہو گیا ہے - اس اجلاس میں متعدد غیر ملکی مندوبین کے علاوہ پچاس ہزار سے زیادہ پاکستانی مرد اور خواتین نے شرکت کی - غیر ملکیوں انگلستان - امریکہ اور جاپان کے بھی شریک تھے -

آج کے اجلاس میں امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود کے علاوہ کئی اور علماء نے بھی تقریریں کیں مرزا بشیر الدین نے اپنی تقریر میں احمدیہ فرقہ کے ارکان کو اپنا اخلاق بلند کرنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ ہر رکن کو اس کی ابتداء اس طرح کرنی چاہیئے کہ وہ اپنی ایک خامی کو دور کرے اور ایک وصف کو اپنائے -

انہوں نے تعلیم پھیلانے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرقہ کے ہر رکن سے کہا کہ وہ کم سے کم ایک شخص کو لکھنا پڑھنا سکھا دے - کیونکہ جہالت ہماری قوم کی ترقی اور خوشحالی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے

انہوں نے احمدی فرقہ کے ارکان کو تلقین کی وہ زیادہ سے زیادہ اخبارات کا مطالعہ کریں - اور غیر ممالک کا سفر کریں اس سے ان کے نظریات وسیع ہوں گے ! اجلاس کے اختتام پر .... دعا مانگی گئی -

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۲ - دسمبر - سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم - اے کو انچارج مقامی تبلیغ مقرر فرمایا ہے - یہ صیغہ نظارت دعوۃ و تبلیغ سے ملحق ہوگا - نیز فرمایا چوہدری صاحب ایڈیشنل ناظر دعوۃ و تبلیغ بھی ہوں گے -

لاہور ۱۸ دسمبر - مکرم صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی ایم اے ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز تا حال میو ہسپتال میں زیر علاج ہیں - بائیں بازو میں قدرے حس پیدا ہو رہی ہے - عام حالت اچھی ہے احباب دعائے صحت کا فرمادیں -

لاہور ۲۰ دسمبر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ڈاکٹری مشورہ کے لئے لاہور تشریف لائے - اور ۲۲ دسمبر کو واپس تشریف لے گئے -

ربوہ ۲۰ دسمبر - مکرم میاں عبد الرحیم احمد صاحب کے ہاں بچی پیدا ہوئی ہے - عزیزہ نومولودہ امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی صاحبزادی محترمہ سیدہ امۃ الرشید بیگم صاحبہ کی بچی ہے - جلد رتا میں مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کو اللہ تعالےٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے نومولود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا پوتا اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کا نواسہ ہے -

ربوہ - ۲۴ دسمبر مکرم صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے - جو حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب کا نواسہ ہے - احباب خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے ان تمام بچوں کے صالح عمر اور ہر طرح قرۃ العین ہونے کے لئے دعا فرمائیں - ادارہ بدر تمام خاندان کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتا ہے -

اک سے ہزار ہو دیں - بابرگ و بار ہو دیں

کراچی - ۲۷ دسمبر مکرم رشید قریشی صاحب آج مغربی جرمنی روانہ ہو گئے - احباب اس مجاہد بھائی کی بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچنے اور انہیں تبلیغ اسلام کا مقدس فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمانے کے لئے دعا فرمادیں -

لاہور ۱۷ دسمبر آج ۱۰ بجے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے مکرم قاضی محمد شریف صاحب کے صاحبزادے کیپٹن ارشد محمود جاوید صاحب کی دعوت ولیمہ میں شرکت فرمائی - حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے ان کا نکاح ایک روز پیشتر محترم کرنل تقی الدین صاحب آئی - ایم - ایس کی صاحبزادی نزہت سہیل صاحبہ کے ساتھ پڑھا تھا - احباب اس نئے تعلق کو جانبین کے لئے بابرکت ہونے کے لئے دعا فرمادیں -

۲۹ دسمبر - بعد نماز مغرب و عشاء نذیر احمد صاحب حیدر آبادی نے جو آج شام ہی ربوہ سے آئے تھے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقاریر کا ملخص بھارتی و پاکستانی احباب کو سنا کر محظوظ کیا - ۳۱ دسمبر حضور کا کرمس در

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا -

جلسہ سالانہ قادیان

جلسہ سالانہ کے مبارک ایام سے استفادہ کے لئے سعید روحیں عجیب ولولہ کے ساتھ دیارِ محبوب میں کھچی چلی آتی ہیں۔ اسدفعہ پاکستان سے ۱۵۰ مرد و زن کا قافلہ آیا۔ اسکے علاوہ بھی بعض احباب مشرقی اور مغربی پاکستان سے تشریف لائے۔ اور بیت الدعا۔ مساجد اقصےٰ و مبارک اور مزار حضرت مسیح موعودؑ پر پُرسوز دعاؤں اور سلسلہ کی ترقی کے لئے مشوروں سے اپنے اوقات کو معمور کیا۔ نظارت بیت المال کی طرف سے منعقدہ مشورہ میں چندہ جات کی زیادتی کے ذرائع پر غور کیا گیا۔ ۲۸ر دسمبر کو مسجد مبارک میں شب کو ایک جلسہ میں مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل یادگیری اور مکرم چوہدری اسداللہ خان صاحب نے ولولہ انگیز تقریروں کے ذریعہ سلسلہ کیلئے اموال کے انفاق کی طرف توجہ دلائی۔ خواتین کے لئے جلسہ گاہ (پرانی جلسہ گاہ مستورات) کے بالمقابل کے مکان میں خاطر خواہ انتظام تھا۔ مردانہ پروگرام کا اکثر حصہ لاؤڈ سپیکر کے ساتھ سنایا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں ان کے پروگرام کا ایک حصہ الگ بھی تھا۔

قافلۂ پاکستان:- ۲۵ر دسمبر کو بوقت ۱/۲ ۷ بجے شب پچاس بجون پر ۱۵۰ مرد و زن زیر قیادت جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور وارد دارالامان ہوئے اور دیارِ مسیح سے استفادہ کرکے ۳۰ر دسمبر کو صبح پونے دس بجے قادیان سے روانہ ہوئے۔ دار ۱۵ نوار میں کوٹھی ڈاکٹر حاجی خاں صاحب کے پاس احباب قادیان نے آمد و رفت کے وقت نعرہ ہائے تکبیر و اسلام و احمدیت زندہ باد کے درمیان استقبال و مشایعت کی۔ بارڈر اور قادیان کے درمیان پولیس نے نہایت توجہ سے حفاظت کی ڈیوٹی سرانجام دی۔

بیگم سر ظفر اللہ خاں کا ورود ۲۸ر دسمبر کو محترمہ بیگم صاحبہ چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب بالقابہ تشریف لائیں۔ اور جلسہ مستورات میں شریک ہوئیں۔ یہ امر خواتین کے لئے ازحد باعث مسرت تھا۔ آپ کے ہمراہ ایک انگریز خاتون بھی تھیں۔ اگلے روز واپس تشریف لے گئیں۔

زائرین کی تعداد اس دفعہ تقسیم ملک کے بعد کے سالوں سے زیادہ رونق تھی۔ اللّٰھم زد فزد۔ ہندوستان کے ہر صوبہ سے شمع احمدیت کے پروانے آئے تھے۔ چنانچہ انبالہ اور ملی دال نزد بٹالہ علاقہ دکن کے مقامات حیدر آباد۔ سکندر آباد۔ چنتہ کنٹہ۔ یادگیر۔ تیماپور۔ نیز کلکتہ اور مشرقی بنگال کے مقام ڈھاکہ اور صوبہ بہار کے مقامات پٹنہ۔ چھپرہ۔ مظفرپور۔ فانبور ملکی۔ مدراس۔ منگلور۔ ملا بار۔ یو۔ پی۔ دہلی اور یوپی کے مقامات بریلی۔ لکھنؤ۔ سہارنپور۔ اور صوبہ اڑیسہ کے کندہ پاڑہ اور جموں و کشمیر کے مقامات سرینگر۔ آسنور تودیل۔ رشی نگر۔ مانڈوجن۔ سندبراری۔ جموں۔ بھدرواہ غرضیکہ بھارت اور کشمیر و جموں سے احباب پوری تین سو کی تعداد میں تشریف لائے۔

شکریہ حکام جلسہ سالانہ کی تقریب پر حکام نے نہایت توجہ سے ہمیں ممنون فرمایا۔ جناب چوہدری صوبا سنگھ صاحب سب ڈویژنل آفیسر (بٹالہ) جناب لیکھراج گاندھی صاحب ڈی۔ ایس۔ پی صاحب بٹالہ۔ جناب سردار جسونت سنگھ صاحب انچارج پولیس صدر۔ جناب مہتہ فتح چند صاحب انچارج چوکی قادیان غرضیکہ سب کی توجہات ہمارے لئے باعث شکریہ تھیں۔ جلسہ کے اوقات میں جلسہ گاہ کے قرب و جوار میں احتیاطی تدابیر کے طور پر پولیس موجود رہتی تھی۔ سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم معززین جلسہ سننے اور قافلہ والوں کی ملاقات کرنیکے لئے آتے تھے

جلسہ سالانہ پر تاریں مندرجہ ذیل احباب کی طرف سے جلسہ سالانہ پر تاریں موصول ہوئی ہیں۔ جن میں سب حاضرین کو سلام کہا گیا تھا۔ اور دعاؤں کی درخواست کی گئی تھی۔ سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا۔ جماعت دیکا سٹار (انڈونیشیا) ایسٹ افریقن کمپنی کراچی۔ خواجہ ثناء اللہ صاحب گلگت۔ محمد یوسف صاحب۔ وزیر آباد۔ بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ڈھاکہ۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیل مبلغ فری ٹاؤن مغربی افریقہ۔ سیٹھ عبدالحی صاحب امیر جماعت یادگیر (دکن) اہلیہ صاحبہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل یادگیری۔ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد۔ محمد اسمٰعیل صاحب غوری دکن۔ منشی شمس الدین صاحب امیر جماعت کلکتہ۔ انور محمد خاں صاحب و عبدالستار خاں صاحب رائچور دیوپی۔ سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدرآباد دکن۔ چوہدری دلی احمد صاحب بنگالی بریلی۔ اہلیہ صاحبہ محمود الحسن صاحب وکیل بھاگلپور۔ کمال الدین صاحب ملا باری مدراس۔ حاجی عبدالرحمٰن صاحب سرہی ربوہ۔

سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ کی طرف سے دعوت چائے ۲۸ر دسمبر کو کوٹھی دارالسلام میں مکرم سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ نے پاکستانی و بھارتی احمدی معززین اور سلسلہ کے بعض مرکزی تقریباً سوا دو درجن کو اور غیر مسلم تقریباً پون درجن احباب کو عصرانہ پر مدعو کیا۔ خورد و نوش کے بعد ضلع کے ایک پرانے کانگرسی لیڈر پنڈت گورکھ ناتھ صاحب ایم۔ ایل۔ اے نے اپنی تقریر میں تقسیم ملک کے حالات کا ذکر کیا کہ کس طرح غنڈہ گردی اور شیطنت غالب آگئی تھی۔ لیکن پنڈت جی ان ایام میں بھی کھلم کھلا اسکے خلاف نبرد آزما رہے۔ اور جو کچھ ان ایام میں ہوا اس پر افسوس کا اظہار کیا۔

ایک اور تقریب ۳۰ر دسمبر کو ڈاکٹر سید منصور احمد صاحب نے اپنے بیٹے سید داؤد احمد صاحب کے نکاح کی خوشی میں بہت سے احباب کو دعوت طعام دی۔ جس میں سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ۔ ڈاکٹر رنجن سنگھ صاحب باجوہ اور سردار امریت سنگھ وکیل بھی مدعو تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا تازہ کلام

دے کے دل خوش ہوں میں اس بات پہ دلگیر نہیں

میں نے مانا مرے دلبر تری تصویر نہیں
تیرے دیدار کی کیا کوئی بھی تدبیر نہیں

سب ہی ہو جائیں مسلماں تری تقدیر نہیں؟
یا دعاؤں میں ہی میری کوئی تاثیر نہیں؟

دل میں بیٹھے کہ سمائے مری آنکھوں میں تو
میری تعظیم ہے اس میں تری تحقیر نہیں

دلبرا کیسا ہے جو دل نہ لبھائے میرا
سینے کے پار نہ ہو جائے تو وہ تیر نہیں

ہے قیادت سے بھی پُر لطف اطاعت مجھکو
ہوں تو میں پیر مگر شکر ہے بے پیر نہیں

صاف ہو جائے دلِ کافر و منکر جس سے
تیری تقریر میں ایسی کوئی تاثیر نہیں؟

اس کی آواز پہ پھر کیوں نہیں کہتے لبیک
طوق گردن میں نہیں پاؤں میں زنجیر نہیں

مجھ سے وحشی کو کیا ایک اشارے میں رام
کیا یہ جادو نہیں کیا روح کی تسخیر نہیں

سبق آزادی کا دیتے ہیں دلِ عاشق کو
ان کی زلفوں میں کوئی زلف گرہ گیر نہیں

کوئی دشمن اسے کر سکتا نہیں مجھ سے جدا
ہے تصوّر ترا دل میں کوئی تصویر نہیں

ان کی جادو بھری باتوں پہ مرا ایماں ہوں
قتل کرتے ہیں مگر ہاتھ میں شمشیر نہیں

جس کی تھی چیز ہے اسکے ہی حوالے کر دی
دے کے دل خوش ہوں میں اس بات پہ دلگیر نہیں

جس پہ عاشق ہوا ہوں میں وہ اسی قابل تھا
خود ہی تم دیکھ لو اس میں مری تقصیر نہیں

روحِ انسانی کو جو بخشے جلا ہے اکسیر
مس کو چھو کر جو طلا کر دے وہ اکسیر نہیں

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ پر حضور کی افتتاحی تقریر کا ملخص

مرتبہ:- خورشید احمد

ربوہ ۲۶ دسمبر آج ساڑھے نو بجے صبح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے تقریر اور دعا کے ساتھ جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء کا افتتاح فرمایا۔ حضور نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان سٹیج پر تشریف لائے۔ مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے تلاوت قرآن پاک فرمائی۔ اس کے بعد حضور نے تقریر شروع فرمائی جس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے۔

پروگرام میں تبدیلی

تقریر کے آغاز میں حضور نے فرمایا۔ جیسا کہ احباب کو معلوم ہوگیا ہوگا۔ اس سال جلسے کے پروگرام میں کچھ تبدیلی کی گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ پروگرام پہلے کی نسبت مختصر کر دیا گیا ہے۔ اور پہلے اور دوسرے اجلاس کے درمیان وقفہ زیادہ کر دیا گیا ہے تاکہ احباب اطمینان سے دوپہر کا کھانا کھا سکیں۔ آرام کریں اور سہولت کے ساتھ دوسرے اجلاس میں شامل ہوسکیں۔ یہ تبدیلی درحقیقت بعض دوستوں کی تحریک سے ہی بعض کمزور طبائع کے لئے کی گئی تھی۔ لیکن جب اس کی اشاعت ہوئی۔ تو بعض لوگوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور کہا ہے کہ جن لوگوں کو دینی باتیں سننے کا شوق نہیں ہے۔ وہ تو اگر پروگرام میں دو گھنٹے چھوڑ چار گھنٹے کی بھی کمی کر دی جائے پھر بھی نہ سنیں گے۔ ایسے لوگوں کی خاطر ان لوگوں کو کیوں محروم کیا جا رہا ہے۔ جو دینی باتیں سننے کا شوق رکھتے ہیں۔ طبائع کے اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ اختلاف کوئی بعید بات نہیں۔ بہرحال چونکہ یہ جلسہ احباب کے لئے ہوتا ہے۔ اور ان کے مشورہ اور رائے کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے میں نے ہدایت کی ہے کہ یہ امر مجلس شوریٰ میں پیش کر دیا جائے۔ جماعتیں اپنے نمائندوں کو اپنی رائے سے آگاہ کر دیں تاکہ معاملے کے دونوں پہلو اچھی طرح واضح ہو جائیں۔ اور پھر کثرت رائے سے جو فیصلہ ہو اس پر عمل ہو سکے۔ غور کرتے وقت ان کمزور طبائع کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ جو زیادہ عرصہ تک مسلسل بیٹھ کر تقاریر نہیں سن سکتے۔ اور ان کو بھی ملحوظ رکھا جائے جو زیادہ سے زیادہ دینی باتیں سننے کا شوق رکھتے ہیں۔ پھر نمائندوں کی کثرت جو فیصلہ کرے گی۔ مرکز اسی پر عمل کریگا۔ انشاء اللہ

اللہ تعالےٰ کے حضور عقیدت اور اخلاص کا تحفہ

فرمایا اللہ تعالےٰ کا فضل اور احسان ہے کہ ایک سال کے بعد پھر ہمیں اپنے مرکز میں جمع ہونے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عقیدت اور اخلاص کا تحفہ پیش کرنے کی توفیق ملی ہے۔ تعداد طاقت اور سازوسامان کے لحاظ سے ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کہتے ہیں کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ اگر ہم دنیا کی آبادی اور دیگر مذاہب کے متبعین کی تعداد کو مدنظر رکھیں تو درحقیقت ہماری حیثیت اس کہاوت سے بھی کم ہے ہمارے لئے دنیا کے [illegible] سامان ظاہری اعداد و شمار اور اثر و نفوذ کا خانہ بالکل خالی ہے اسلام کی حیثیت ایک یتیم اور لاوارث کی سی ہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے دنیا کی نظروں میں ایا اور

کیا کوئی ہے جو اس کی خریداری اور اس کی حفاظت کا ذمہ لے؟ دنیا کے لوگ جو بڑے اثر و رسوخ والے ہیں۔ انہوں نے اس کی قدر نہیں کی۔ اس سے منہ موڑ لیا اور کہا کہ کون اس کی حفاظت کا ذمہ لے۔ مگر تم جو سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر سمجھے جاتے ہو تم نے اپنے آپ کو اس کی حفاظت کی ذمہ داری لینے کے لئے پیش کیا

تمہاری ذمہ داری کی عظمت و اہمیت

فرمایا جب تم نے یہ ذمہ داری اپنے سر لی۔ اور اس کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ تو تم ان ذمہ داریوں سے آگاہ نہیں تھے۔ جو تم پر ڈالی گئی ہیں تمہیں علم نہ تھا کہ جو چیز تمہیں دی جا رہی ہے اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کیا ہے۔ بہرحال جب دین اسلام کا یتیم تمہارے سامنے پیش کیا گیا تو تم نے اس کی حفاظت کرنے کی حامی بھری دنیا کے لوگوں نے قہقہہ لگایا کہ کتنے بے وقوف ہیں یہ لوگ گھر میں کھانے کو نہیں ہے اور دوسروں کی حفاظت اور ان کی پرورش کی حامی بھر رہے ہیں۔ آسمان کے فرشتوں نے بھی قہقہہ لگایا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں کو علم نہیں ہے کہ وہ کتنی اہم ذمہ داری اپنے سر لے رہے ہیں۔ مگر عرش کے مالک خدا نے کہا کہ جن لوگوں نے سب سے پہلے میری آواز پر لبیک کہا ہے وہ خواہ کتنے ہی حقیر اور نالائق ہوں میں ان کی حفاظت کروں گا۔ تمہارے وہم میں بھی نہیں تھا کہ جس چیز کی حفاظت کرنے کا تم نے وعدہ کیا ہے اس کی حفاظت کرنے کی خاطر تمہیں کتنی قربانی دینی پڑیگی بہرحال جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ تمہیں اپنے وعدے کی اہمیت اور اپنی ذمہداری کا احساس ہوتا چلا گیا اور تمہیں معلوم ہوگیا کہ جوں جوں یہ یتیم بڑھتا اور ترقی

کرتا جائے گا۔ تمہاری ذمہ داریاں بھی بڑھتی چلی جائیں گی جب تم اپنی گردنیں تلواروں کے سایہ تلے رکھو گے ابتلاؤں اور آزمائشوں میں پورے اترو گے تو پھر ہی اللہ تعالےٰ کے حضور تم مستحق ہو گے اس امر کے کہ وہ اپنی حفاظت اور نصرت کے وعدے کو پورا کرے۔

اپنی قربانی اور اپنے عہد کی یاد تازہ کرنیکے لئے تم جمع ہوئے ہو

حضور نے فرمایا۔ پس آج تم یہاں پر اس لئے جمع ہوئے ہو تا اپنی قربانی کی یاد تازہ کرو اور اپنے رب کے حضور یہ عرض کر سکو کہ اے ہمارے رب بیشک جب ہم نے اسلام کی حفاظت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وقت ہمیں اپنے اس وعدے کی اہمیت و عظمت کا کما حقہ احساس نہ تھا۔ لیکن آج بھی جبکہ اس کی اہمیت واضح ہوتی جا رہی ہے اور ہماری ذمہ داریاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ ہم اپنے وعدے پر قائم ہیں اور تیرے دین کی عظمت قائم کرنے کی خاطر ہم ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آج تم اس لئے یہاں جمع ہوئے ہو۔ کہ خدا تعالےٰ تمہیں دیکھ کر کہے۔ اے میرے کمزور بندو! پہلے بے شک تم اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ نہ تھے لیکن چونکہ تم آج بھی جبکہ تمہاری ذمہ داریاں اور تمہارا بوجھ تم پر واضح ہوتے جا رہے ہیں اپنے وعدے پر قائم ہو۔ اس لئے میں بھی تم سے کئے عہد کو پورا کروں گا۔ تمہاری حفاظت کروں گا۔ جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔

خضوع و خشوع سے دعائیں کرو

پس یہ ایام یاد الٰہی میں گذارو۔ خشوع و خضوع سے دعائیں کرو۔ تم کوئی دنیوی جماعت نہیں ہو۔ تم اس لئے یہاں جمع نہیں ہوئے کہ دینی اموال یا سیاست میں حصہ لینا چاہتے ہو۔ بلکہ تم محض اس لئے یہاں آئے ہو۔ کہ تم اپنے رب کے حضور یہ دعا کر سکو کہ اے ہمارے رب تو ہماری مدد فرما۔ تو نہ صرف ہمیں اپنی موت تک بلکہ ہماری موت کے بعد ہماری اولاد کو اور پھر آگے ان کی اولادوں کو بھی اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ حتیٰ کہ قربانی کا ایک لامتناہی سلسلہ ہمارے خاندانوں میں جاری رہے۔ اے ہمارے خدا تو ہمیں اپنے عہد کو پورا کرنے اور ہمیں اپنی آنکھوں سے اسلام کی ترقی کا زمانہ دیکھنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اگر یہ امر تیری مشیت میں نہ ہو۔ تو کم از کم ہماری اولاد اور ان کی اولادوں کو اسلام کی ترقی میں حصہ دار بننے کی توفیق دے۔ پس دعائیں کرو۔ ان کے لئے بھی جو یہاں آئے ہیں۔ اور ان کے لئے بھی جو کسی وجہ سے نہیں آسکے۔ بعض بیرونی ممالک مثلاً انڈونیشیا۔ جرمنی۔ امریکہ۔ شام اور گولڈ کوسٹ کی جماعتوں کی تاریں آئی ہیں۔ کہ انہیں بھی جلسہ سالانہ کے موقعہ پر دعاؤں میں یاد رکھا جائے۔ پس ان کے لئے بھی دعائیں کرو۔

اسلامی ممالک کے لئے خصوصیت سے دعائیں کرو

پھر اپنی دعاؤں میں یہ بھی خیال رکھو۔ اسلامی ممالک کے لئے یہ وقت بہت ہی نازک ہے۔ مختلف اسلامی ممالک اس وقت خطروں میں گھرے ہوئے ہیں۔ کچھ اندرونی خطرے ہیں۔ اور کچھ بیرونی۔ اللہ تعالےٰ ہی ہے جو ان کی حفاظت فرما سکتا ہے۔ بہت سے اسلامی ممالک کو چار یا پانچ سو سال کی لمبی غلامی کے بعد آزادی ملی ہے۔ خدا کرے کہ یہ آزادی ان کے لئے مبارک ہو۔ اور وہ پھر اس عزت کو حاصل کر سکیں۔ جو پہلے کبھی انہیں حاصل تھی۔ پس خصوصیت سے دعائیں کرو۔ اسلام کے لئے اسلامی ممالک کے لئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے ظہور کے لئے اور آپ کے مقام کی بلندی کے لئے اور پھر اسی پر توکل کرتے ہوئے یہ جلسہ شروع کرو۔ تا اس کے فرشتے نازل ہوں۔ اور وہ ہماری مدد کریں۔ آمین اللّٰھم آمین

(از الفضل)

جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہیئے

ربوہ سے الفضل کے اجراء پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا پیغام

آج ربوہ سے اخبار شائع ہو رہا ہے اللہ تعالےٰ اس کا ربوہ سے نکلنا مبارک کرے اور جب تک یہاں سے نکلنا مقدر ہے اس کو اپنے صحیح فرائض ادا کرنے کی توفیق دے۔ اخبار قوم کی زندگی کی خدمت ہوتا ہے جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہیئے اور اپنے اخبار کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہیئے اللہ تعالےٰ آپ کو ان امور پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

خاکسار مرزا محمود احمد

نوٹ:- بھارت کے احمدیوں کو حضور نے جلسہ سالانہ میں بدر کے متعلق توجہ دلائی تھی اس لئے احباب اس پیغام سے جو لاہور کی بجائے ربوہ سے الفضل کے اجراء پر حضور نے بھجوایا ہے سمجھ لیں کہ بدر کی زندگی کیونکر جماعتہائے احمدیہ بھارت کی زندگی کے مترادف ہے۔ اور احباب پر اس کی اعانت کیونکر لازم ہے۔ (ایڈیٹر)

اعلان نکاح

شیخ مسعود احمد صاحب ابن شیخ حاجی محمد ابراہیم صاحب لیدر مرچنٹ کانپور کا نکاح محترمہ میمونہ بیگم صاحبہ بنت سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی آف کلکتہ سے مبلغ ۔۔۔ روپیہ حق مہر پر ۲۴ نومبر کو بعد نماز ظہر مکرم مولوی محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ کلکتہ نے پڑھا۔ اُسی دن بعد نماز مغرب تقریب رخصتانہ بھی عمل میں لائی گئی۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اس رشتہ جانبین کیلئے بابرکت بنائے اور نیک ثمرات سے نوازے آمین ثم آمین۔ اس خوشی میں شیخ صاحب موصوف کے بڑے بھائی مکرم شیخ محمد لطیف صاحب آف کانپور نے مشن سیرالیون کیلئے ایک سال کیلئے اخبار بدر جاری کرایا۔ اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر دے۔ مالک رید لحیامت علی پکھا کر قادیان

شذرات

اسلام کا روشن مستقبل (ڈاکٹر راداہا کرشنن)

آل انڈیا شیعہ کانفرنس میں نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادہا کرشنن نے فرمایا کہ اسلام نے دنیا کو بہت کچھ دیا ہے۔ یورپ کا احیا مسلم مفکرین کی بدولت ہوا۔ اور بتایا کہ اسلام کا مستقبل بہت روشن اور تابناک ہے مسلمانوں میں جمود پیدا ہو گیا ہے۔ انہیں حالات کے مطابق بننا چاہیئے۔

جو لوگ اسلام کے ماضی کی خوبیوں کے معترف نہیں۔ اور وہ جو مستقبل کے متعلق مایوس ہیں۔ ان کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ ایک غیر مسلم کو اسلام کا مستقبل روشن نظر آتا ہے۔ ہمیں اسلام کے نور کی اشاعت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کیا کچھ نہ کر گذرنا چاہیئے۔

اردو باعث ترقی (مسٹر ترپاٹھی)

جودھپور میں اردو لٹریری ایسوسی ایشن کا افتتاح کرتے ہوئے مسٹر آر کے ترپاٹھی پرنسپل جیا رام کمار کالج نے کہا کہ

”اردو زبان ہندوستان کی وہ مایۂ ناز زبان ہے جس پر ہم جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اردو نے ہی ہمیں ایک نئی تہذیب سے روشناس کرایا۔“

نیز فرمایا کہ

”راجستھان ترقی میں دوسرے صوبوں سے اس لئے بھی پیچھے رہا ہے کہ یہاں اردو کو فروغ نہیں دیا گیا۔“

ہندوستانی کلچر یا ہندو کلچر

مظفر پور میں ناگپور یونیورسٹی کے ڈاکٹر اے ایشر یا تم نے انڈین پولیٹیکل کانفرنس کے اجلاس میں صدارتی تقریر میں کہا کہ ہندوستانی کلچر اور روایات کے نام پر کچھ ایسی باتیں کی جا رہی ہیں۔ جو سیکولر سٹیٹ کے آئیڈیل کے مطابق نہیں ہیں۔ ہندوستانی کلچر کو ”ہندو“ بنانے کی کوششیں بڑی ہوشیاری سے کی جا رہی ہیں۔ آپ نے بیان کیا کہ کچھ عرصہ سے سیاسی اور ذاتی مقاصد کے لئے یہ کہہ کر گائے کے تحفظ کی مہم چلائی جا رہی ہے۔ کہ وہ ایک مقدس حیوان ہے۔ ایک سیکولر ریاست اگر لوگوں سے اخلاقی اور انسانی بنیادوں پر مویشیوں کو نہ صرف گائے کو ہلاک نہ کرنے کی اپیل کرے تو یہ قطعاً فساد ہو سکتا ہے لیکن سارے ملک کو گائے کے تقدس کا ایسا مفہوم تسلیم کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے جسے وہ نہیں جانتا۔

نہایت ہی مفید بات کی طرف ڈاکٹر صاحب موصوف نے توجہ دلائی ہے۔ اور ہندوستانی کلچر کو ہندو بنانے کی مساعی کے نتائج نہایت دور رس اور بھیانک نکل سکتے ہیں ضروری ہے کہ رہبرانِ ملک اپنی قوم کو کلچر کو ہندو بنانے سے باز رکھنے کے لئے پوری جد و جہد کریں۔

افسوسناک ذہنیت

چند دن قبل کانگرس کے ضلعی انتخابات ہوئے ہیں۔ ہم نے چونکہ قریب سے حالات کا مطالعہ کیا ہے۔ اس لئے ہم جذبۂ ہمدردی کے باعث مجبور ہیں۔ کہ جو امور قابل اصلاح ہوں ان کی اصلاح کے لئے عوام کو توجہ دلائیں۔ حضرت بانیٔ اسلامؐ نے فرمایا کہ بھائی خواہ ظالم ہو یا مظلوم اس کی مدد کرو۔ ظالم کی مدد یوں کہ اسے ظلم سے روکا جائے۔ اس لئے ہم پبلک کے خادموں یعنی لیڈروں کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ قوم غلط رہبری سے بگڑتی اور صحیح لیڈر شپ سے بنتی ہے۔ ہمارے تمام کاموں کی بنیاد اخلاق پر ہونی چاہیئے۔ فیرائی رام صاحب سریکن اور ان کے ساتھی جس گاڑی سے قادیان آرہے تھے اسے ایک وزنی پتھر پٹڑی پر رکھ کر الٹانے کی کوشش کی گئی ہم بھی اس گاڑی میں سوار تھے۔ اور پھر دو پارٹیوں کے جلوس اور ان کے مخالفوں کے درمیان جھڑپ ہوئی۔ اور کئی ایک زخمی ہوئے۔ کیا یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ ایک ہی پارٹی یعنی کانگرس پارٹی کا ایک معمولی سا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ لیکن عوام اس قدر از خود وارفتہ ہو جاتے ہیں کہ ایک ہی پارٹی کی بھائی بندی کے شیرازہ کو تار تار کرتے ہوئے ایک دوسرے پر جانی دشمن کی طرح حملہ آور ہوتے ہیں۔ اور عواقب سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ یہ امر اخلاقی گراوٹ ایک نہایت ہی افسوسناک منظر ہے۔ ہم ذمہ دار احباب سے دردمندانہ دل سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ عوام کی اس طور پر تربیت کریں کہ ان میں برداشت اور تحمل کا مادہ پیدا ہو۔ اس عدم تحمل اور عدم صبر نے تقسیم ملک کے وقت کیا کچھ گل نہیں کھلائے ہمیں دیدۂ عبرت وا کر کے ایسی ہلاکت آفریں باتوں کے اعادہ سے احتراز کرنا چاہیئے ورنہ یہی بنیادی کمزوریاں ہمارے لئے وبال جان بن سکتی ہیں۔

دردمندانِ جماعت سے اپیل

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس شخص کے دو دن برابر ہو جائیں تو وہ خسارہ میں ہے اس لئے ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ کی مساعی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہوں۔ جیسا کہ احباب سے جلسہ سالانہ پر گذارش کی گئی تھی سلسلہ کی موجودہ حالت زیادہ مالی قربانی چاہتی ہے بعض امور خاص توجہ کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

(۱) مندرجہ ذیل احباب کے اسماء حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں خاص طور پر دعا کے لئے پیش کئے جائیں گے

(الف) جو عہدہ داران خدام الاحمدیہ و جماعت ہائے احمدیہ و مبلغین اور با اثر احباب ۳۱ر جنوری تک احباب کے وعدہ ہائے تحریک جدید ارسال فرمائیں گے

(ب) جو احباب اور جماعتیں اس تاریخ تک یہ وعدہ بھجوائیں گی

(ج) جو احباب ۳۱ر جنوری تک آخر دسمبر تک کا سو فی صدی چندہ لازمی و چندہ جلسہ سالانہ بھجوائیں گے اور جو عہدہ دار اس بارہ میں کوشش فرمائیں گے۔

(۲) گذشتہ سالوں کے جو بقایاجات احباب کے ذمہ ہیں۔ جو دوست آخر دسمبر تک سال حال کا چندہ سو فی صدی ادا کرتے ہوئے وعدہ فرمائیں کہ آئندہ وہ باقاعدگی اختیار کریں گے۔ تو ان کا چندہ عام و جلسہ سالانہ کا بقایا جماعت کی سفارش پر معاف کر دیا جائے گا۔

وکیل المال تحریک جدید و ناظر بیت المال

افسوسناک سانحۂ ارتحال!

ہم قلبی رنج و ملال کے ساتھ جناب خان بہادر نواب احمد نواز جنگ صاحب سکندر آباد دکن کے ارتحال کی اندوہناک خبر دیتے ہیں۔ مرحوم کو اللہ تعالےٰ اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آپ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے برادر حقیقی تھے۔ آپ نہایت خیر طبع تھے۔ ہندوستان بھر کے متعدد اداروں کی مالی معاونت کرتے تھے۔ چندہ تحریک جدید میں بھی شریک تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ عقیدت مندانہ تعلق تھا۔ اور سلسلہ سے محبت رکھتے تھے۔ اور سلسلہ کی ہر طرح سے مدد کرتے تھے۔ ایک بار حضور کی خدمت میں بیس ہزار روپیہ نذرانہ پیش کیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب حضور ۱۹۳۸ء میں بمبئی سے دکن تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ تو نواب صاحب موصوف نے بمبئی حضور کی خدمت میں تار دے کر درخواست کی تھی۔ کہ حضور ان کے ہاں قیام فرمائیں۔ اور حضور نے اس درخواست کو تار کے ذریعہ قبول فرمایا تھا۔ اگرچہ وہ صاحب اور ان کے متعلقین نے اس قیام کے دوران میں بہت خاطر مدارات سے کام لیا تھا۔ ایک بار مرحوم نے ملتے [illegible] کو تحفہ پیر حضرت سیٹھ صاحب کر دیا تھا۔ تا [illegible] اصول کی [illegible] کے ذریعہ مختلف زبانوں میں کیا جائے۔ چنانچہ تامل اور ملیالم [illegible] اس روپیہ سے تراجم شائع کئے گئے ہیں اس صدمہ میں حضرت سیٹھ صاحب اور آپ کے خاندان سے گہری ہمدردی ہے۔ اللہ تعالےٰ سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ایڈیٹر)

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ تمہیں بڑھانا چاہتا ہے اس لئے تمہیں اپنی قربانی بھی ہر قدم پر بڑھانی پڑے گی

تحریک جدید میں زیادہ سے زیادہ وعدے لکھاؤ۔ انہیں جلد پورا کرو اور نئے لوگوں کو اس میں شامل کرو

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۴ء بمقام ربوہ

خطبہ نویس:۔ مولوی سلطان احمد صاحب پیرکوٹی

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے گذشتہ جمعہ

تحریک جدید

کے نئے سال کے متعلق اعلان کیا تھا۔ چونکہ

وعدوں کی آخری تاریخیں

مجھے یاد نہیں تھیں۔ اس لئے میں نے اعلان کیا تھا۔ کہ وعدوں کی آخری تاریخیں پچھلے سال کی تاریخوں کے مطابق ہوں گی اور بعد میں شائع کر دی جائیں گی۔ لیکن افسوس ہے کہ محکمہ متعلقہ نے اس کی اہمیت کو نہ سمجھا۔ نہ اس نے خطبہ نویس کو تاریخیں لکھوائیں اور نہ بعد میں اخبار میں اعلان کرایا۔ مومن کو اپنے کاموں میں ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں جلدی اور احتیاط سے کام کرنا چاہیئے۔ احتیاط اس لئے کہ اگر ہم اپنے اندازے میں غلطی کر جائیں اور کام کے بعض پہلو ترک کر دیں۔ تو ہمیں صحیح نتیجہ کی امید نہیں ہو سکتی۔ اور جلدی اس لئے کہ یہ زمانہ جلدی کرنے کا ہے۔ دنیا دوڑ رہی ہے جب تک ہم دنیا کے ساتھ ایسی رفتار کے ساتھ نہ دوڑیں کہ ہماری رفتار اس سے تیز ہو۔ اس وقت تک ہمیں کسی اچھے نتیجہ کی امید نہیں ہو سکتی۔ اب میں اعلان کرتا ہوں کہ مغربی پاکستان کے لئے

آخری تاریخ وعدے بھجوانے کی

۲۳ر فروری ہوگی۔ اور مشرقی پاکستان کے لئے آخری تاریخ ۱۳ر مارچ ہوگی۔ اور بیرونی ممالک جہاں کی مقامی احمدیہ آبادی ہندوستانی یا پاکستانی ہے۔ ان کی آخری تاریخ ۳۰ر اپریل اور باقی بیرونی ممالک کے لئے ۳۰ جون

میں نے گزشتہ جمعہ یہ اعلان تو کر دیا تھا۔ کہ نئے سال میں احباب تحریک جدید کی طرف زیادہ توجہ کریں۔ اور پہلے سالوں سے بڑھ چڑھ کر وعدے لکھوائیں۔ لیکن دو باتیں ایسی ہیں۔ جن کی طرف میں آج جماعت کو

توجہ دلانا چاہتا ہوں

ان میں سے ایک بات یہ ہے۔ کہ اگر ہم نے اپنے مقصد میں کامیاب ہونا ہے تو ہمارے کام نے ہر سال بڑھنا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم نے اپنے گذشتہ ارادوں۔ امیدوں اور پروگراموں کو پورا نہ کیا تو آئندہ ان کے پورا کرنے کی امید کم ہی کی جا سکتی ہے۔ سب سے پہلے میں اس بات کو لیتا ہوں۔ کہ ہمیں اپنے بڑھنے کا خیال رکھنا چاہیئے اور یہ بات کبھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ جو کام ہم نے شروع کیا ہے۔ اگر یہ ترقی کی طرف مائل ہے تو لازماً وہ بڑھے گا۔ اگر ہم صرف اس بات پر کفایت کریں کہ جس طرح ہم پہلے تھے۔ آئندہ بھی ہم اسی طرح رہیں گے۔ ہم بڑھیں گے نہیں۔ تو یہ امر ہماری جماعت کے بڑھاپے پر تو دلالت کر سکتا ہے۔ اس کی جوانی پر دلالت نہیں کر سکتا۔

انسان کے اوپر

تین قسم کے دور

آتے ہیں۔ پہلا دور انسان کے پیدا ہونے اور اس کے ترقی کرنے کا دور ہوتا ہے۔ اس دور میں ہمیشہ آج کی حالت کل کی حالت سے بہتر ہو گی اور آج کی ذمہ داریاں کل سے زیادہ ہوتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ آج سے ہم جسمانی طور پر ۲۴ گھنٹے مراد نہیں لے سکتے۔ انسانی زندگی کی بڑھوتی میں بعض دفعہ ایک دن چھ ماہ کا ہوتا ہے بعض دفعہ ایک سال کا ہوتا ہے اور بعض دفعہ پندرہ ۱۵ یا بیس سال کا ہوتا ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی میں بعض تغیرات ایسے ہوتے ہیں۔ جو تین چار ماہ کے عرصہ میں ہو جاتے ہیں۔ مثلاً بچپن کی عمر میں پہلا تغیر انسان کے اندر بولنے چلنے اور دانت نکلنے کا ہوتا ہے۔ ان سارے تغیرات کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک محدود وقت میں ہونے لگ جاتے ہیں۔ بعض بچے ایسے ہوتے ہیں۔ جو پہلے بولنے لگ جاتے ہیں۔ اور بعض بچے پہلے چلنے لگ جاتے ہیں۔ ایک غریب سے غریب گھر میں بھی جو بچوں کے لئے گڑیاں بھی نہیں خرید سکتا۔ بچہ غوں غوں کرتا ہے۔ تو دوسرے بچے شور مچا دیتے ہیں کہ ننھا غوں غوں کر رہا ہے۔ یا وہ سر اٹھانے لگ جاتا ہے۔ تو دوسرے بچے شور مچا دیتے ہیں کہ آج ننھا سر اٹھا رہا ہے۔ انہیں

سارے تغیرات

نظر آتے ہیں۔ لیکن ہمیں نظر نہیں آتے۔ ہم کہتے ہیں کہ فلاں پیدا ہوا۔ اور جوان ہوا۔ درمیانی تغیرات کا علم ہمیں نہیں ہوتا۔ لیکن ارد گرد کے رہنے والے اس کے معمولی معمولی تغیرات کو بھی محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً بچہ غوں غوں کرتا ہے تو ارد گرد والے کہتے ہیں۔ ننھا غوں غوں کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کل تک اس نے غوں غوں نہیں کیا تھا۔ اگر بچہ منہ میں انگوٹھا ڈالتا ہے۔ تو اس کے قریب رہنے والے کہتے ہیں۔ ننھے نے اپنا انگوٹھا منہ میں ڈالا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے

کہ یہ ترقی اس نے آج کی ہے۔ کل تک اس نے منہ میں انگوٹھا نہیں ڈالا تھا۔ پھر ایک اور زمانہ آتا ہے۔ جب بچہ اپنا سر اٹھانے لگ جاتا ہے۔ ارد گرد والے اس کے اس تغیر کو بھی محسوس کرتے ہیں۔ جب تک بچے کے اعصاب مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اور وہ لوگوں کو ارد گرد چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ بھی اپنی گردن اونچی کرتا ہے۔ اور قریب کھیلنے والے بچے شور مچاتے ہیں۔ کہ آج ننھے نے گردن سیدھی کی ہے۔ اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ آج سے قبل اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ یہ ترقی اس نے آج کی ہے۔ پھر بچہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ بیٹھنے لگ جاتا ہے۔ اور اپنی کمر ایک حد تک سیدھی کر لیتا ہے۔ تو بچے شور مچاتے ہیں۔ کہ ننھا بیٹھ گیا ہے۔ اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اس نے یہ ترقی آج کی ہے۔ پھر ان تغیرات کے ساتھ ساتھ

حالات میں بھی تغیر

ہوتا ہے۔ جب بچہ اتنی چھوٹی عمر کا ہوتا ہے۔ کہ وہ صرف چارپائی پر لیٹا رہتا ہے۔ تو ماں کو چوبیس گھنٹے اس کو خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اور یہ خیال بھی صرف اس حد تک ہوتا ہے جس حد تک بچے کے لیٹنے کا سوال ہوتا ہے۔ پھر بچہ کچھ بڑا ہو جاتا ہے۔ اور اپنے منہ میں انگوٹھا ڈالنے لگ جاتا ہے۔ تو جن لوگوں کو توفیق ہوتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کو چوسنی دے دیتے ہیں تا وہ اسے مسوڑھوں کے نیچے دبا رہا ہے۔ انگوٹھا چوسنے کی خواہش طبعی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت مسوڑھوں میں خارش پیدا ہوتی ہے اور انگوٹھا چوسنا یا چوسنی منہ میں رکھنا دانتوں کے نکلنے اور ان کے بڑھنے میں مدد دیتا ہے۔ اب یہ چوسنی کا خرچ لازمی ہو جاتا ہے۔ پہلے یہ خرچ نہیں ہوتا تھا۔ پھر بچہ اور بڑا ہوتا ہے۔ مثلاً وہ سر اٹھانے لگ جاتا ہے تو

تکیوں کی

ضرورت پیش آتی ہے۔ تا اس کو سر اٹھانے میں تکلیف نہ ہو تکیہ رکھ کر اس کے سر کو بلند کر دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح سر اٹھانے میں اُسے سہولت ہو جاتی ہے پھر اس سے بڑا ہوتا ہے تو گدیوں اور تکیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تا بچہ بیٹھنے لگ جائے۔ اور جب بچہ اور بڑا ہوتا ہے۔ تو گھر والے اُسے ایک دو پہیئے کی گاڑی منوا دیتے ہیں۔ جو بوجھ پڑنے پر آگے کھسکنے لگ جاتی ہے۔ تاکہ اس طرح اُسے اپنے پاؤں چلنے اور چلنے کی عادت پڑے۔ اس کے بعد وہ اور بڑا ہوتا ہے۔ تو اس کے

لباس کا خیال

رکھا جاتا ہے۔ ماں باپ سمجھتے ہیں۔ کہ اب اسے پاجامہ سلوار یا تہ بند بنا دینا چاہیئے۔ سردیوں میں جراب کا استعمال شروع کر دیا جاتا ہے۔ پھر ایک زمانہ بڑھنے کا ایسا آتا ہے۔ جب ہر چھ ماہ کے بعد

پہلا لباس

چھوٹا ہو جاتا ہے۔ جن گھروں میں بچے زیادہ ہوتے ہیں وہ عموماً اس قسم کے کپڑے سنبھال کر رکھ لیتے ہیں۔ تا وہ دوسرے بچوں کے کام آئیں۔ قومی ترقیات بھی اسی طرح چلتی ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک قوم ایک دن میں ہی پیدا ہوئی اور پروان چڑھی ہو۔

قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے

کہ نئی مذہبی قوم اس وقت کھڑی کی جاتی ہے۔ جب دنیا میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جیسے فرمایا ظہر الفساد فی البر والبحر یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت برّ و بحر میں فساد پیدا ہو گیا تھا۔ اور یہی حالت ہمیشہ انبیاء کی بعثت کے وقت رہی ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا حسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ کہ جب بھی کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے تو اس کے خیالات چونکہ اس وقت کے خیالات سے مختلف ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کو مجنونانہ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس لئے لوگ ان پر مذاق اڑاتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ بھلا کوئی شخص ان کی باتوں کو سمجھ سکتا ہے۔ غرض کوئی نئی جماعت خصوصاً الہٰی جماعت اسی وقت بنتی ہے جب

زمانہ میں فساد اور خرابی

پیدا ہو جائے۔ اور جب فساد اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو کوئی قوم یکدم نہیں بن سکتی۔ بلکہ اس پر کچھ وقت لگتا ہے۔ آخر جب خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کوئی رسول ایسا نہیں آتا۔ جس پر اس زمانہ کے لوگ استہزاء نہیں کرتے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ مذاق کس کا قوم نے نہیں کیا جا سکتا۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شروع دن میں ہی لاکھ ڈیڑھ لاکھ

ہو جاتا۔ یا وہ کروڑ بس سے ایک کروڑ یا ڈیڑھ کروڑ
لوگ ہوجاتے تو باقی لوگوں میں اتنی ہمت ہی کہاں آسکتی
تھی۔ کہ وہ ان پر استہزاء کرتے۔ مذاق اسی لئے کیا جاتا
ہے۔ کہ وہ قوم دوسروں سے چھوٹی ہوتی ہے۔ قرآن
کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ انبیاء کی جماعتوں کو لوگ
شرذمۃ قلیلون کہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ چند
لوگ ہیں۔ جو ترقی اور بیداری کی خوابیں دیکھ رہے ہیں
جو محض دعویٰ یہ لوگ پیش کر رہے ہیں۔ ان کے لئے تو
بڑی مضبوط قوم کی ضرورت ہے۔ یہ چند آدمی اس کام
کو کس طرح کر سکتے ہیں۔ غرض

انبیاء کی جماعتیں

ہمیشہ چھوٹی ہوتی ہیں۔ اور بعض دفعہ تو ان کی تعداد
اتنی قلیل ہوتی ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم فرماتے ہیں۔ کہ بعض انبیاء کو صرف ایک۔ ایک
شخص نے مانا۔ اب اس ایک شخص کا دوسرے لوگوں
پر کیا رعب پڑ سکتا تھا۔ بعد میں یہ جماعتیں آہستہ
آہستہ بڑھنا شروع کرتی ہیں۔ اور ان کے افراد ایک
سے دو۔ دو سے تین اور تین سے چار ہو جاتے ہیں
رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ سے زیادہ
محفوظ تاریخ اور کسی نبی کی نہیں۔ حضرت نوح۔
ابراہیم۔ موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی تاریخیں
کسی حد تک محفوظ ہیں۔ لیکن زیادہ تر قابل اعتبار
وہی حالات ہیں۔ جو قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں
باقی تاریخ زیادہ روشن نہیں۔ لیکن رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایسی ہے۔ جو ایک

کھلی کتاب کی طرح ہے

جس طرح آپ کو سورہ فاتحہ ملی۔ جو کھلے مضامین رکھنے
والی ہے۔ اسی طرح آپ کی زندگی بھی وہ ملی جو کھلی
کتاب کے طور پر تھی۔ آپ نے بیویوں سے پیار کیا
تو وہ بھی تاریخ میں موجود ہے۔ آپ نے نفل کا نہایا
وضو کیا۔ پیشاب کیا۔ پانی پیا۔ یا کھانا کھایا۔ تو وہ
بھی تاریخ میں محفوظ چلا آتا ہے۔ غرض آپ کی تاریخ بھی
کھلی ہے۔ اور آپ کی زندگی بھی کھلی ہے۔ دشمن
اگر اعتراض کرتا ہے۔ تو ہم اسے کہتے ہیں۔ کہ تم اس
لئے اعتراض کرتے ہو۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی زندگی کھلی کتاب کے طور پر ہے۔ اگر
آپ کی زندگی بھی حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما
السلام کی زندگی کی طرح بند کتاب کی طرح ہوتی۔ تو
تمہیں اعتراض کرنے کا موقعہ میسر نہ آتا۔ پس آپ
کی زندگی پر اعتراضات کی کثرت اس بات کی علامت
نہیں۔ کہ آپ پر دوسرے انبیاء کی نسبت زیادہ
اعتراضات ہوئے ہیں۔ بلکہ

اس بات کی علامت ہے

کہ آپ کی زندگی ایک کھلی کتاب کے طور پر ہے۔
ایک عورت نے برقعہ پہنا ہو۔ تو اس کے متعلق یہ نہیں
کہا جا سکتا۔ کہ اس کے چہرہ پر چیچک ہے یا نہیں۔ یا وہ
کیلوں سے بھرا ہوا ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق یہ
بھی کہا جا سکتا۔ کہ اس کی ایک آنکھ ہے یا نہیں یا
وہ بھینگی ہے یا نہیں۔ لیکن اگر کسی کا چہرہ کھلا ہوا ہو
تو لوگ اس پر کئی اعتراضات کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم اس
کا مقابلہ ایک برقعہ پوش عورت سے نہیں کر سکتے۔ یعنی
ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ فلاں برقعہ پوش عورت کے
مقابلہ میں اس غیر برقعہ پوش عورت پر زیادہ اعتراضات
ہوتے ہیں۔ اگر کوئی غیر برقعہ پوش عورت کا مقابلہ
برقعہ پوش عورت سے کرتا ہے۔ تو وہ پاگل ہے۔
اسی طرح ہم کہیں گے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی مثال دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں
ایسی ہی ہے۔ جیسے ایک غیر برقعہ پوش عورت کی مثال
برقعہ پوش عورت کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔ آپ کی
زندگی سورج کی طرح ہے۔ اس کا ہر پہلو نظر آ سکتا
ہے۔ لیکن دوسرے انبیاء کی زندگیاں بند کتاب
کے طور پر ہیں۔ پس آپ کی زندگی

ہمارے لئے ایک نمونہ

ہے۔ جب آپ نے دعوےٰ فرمایا۔ تو ابتداء میں صرف
ایک شخص (یعنی حضرت ابوبکر رضؓ) آپ پر ایمان لائے وہ
لوگ جنہوں نے بعد میں اسلام میں بڑے بڑے درجات
حاصل کئے۔ ان میں بھی بعض ایسے تھے۔ جنہوں نے
ابتدائی زمانہ میں آپ کی سخت مخالفت کی۔ مثلاً
خلافت کے زمانہ میں سے سب سے زیادہ روشن
زمانہ حضرت عمر رضؓ کی خلافت کا ہے۔ لیکن آپ
بھی ایک عرصہ تک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ پھر آپ کے زمانہ
میں بھی اور آپ کے بعد بھی

بہترین اسلامی کمانڈر

خالدؓ بن ولید تھے۔ لیکن آپ بھی ہجرت کے بعد چھ
سال تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
خلاف جنگ کرتے رہے۔ پھر جب خلافت میں
تنزل آیا۔ تو اس کی گری ہوئی عمارت کو سنبھالنے
والے معاویہؓ تھے۔ لیکن آپ بھی رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں ایمان لائے تھے۔ رسول
کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی میں صرف
۸۰ - ۹۰ آدمی آپ پر ایمان لائے تھے۔ بعض
کے نزدیک ان کی تعداد ۲۰۰ - ۳۰۰ تک تھی۔ اب
دیکھو ایک شخص جو ۱۳ سال تک یہ دعویٰ کرتا رہا۔ کہ
وہ ساری دنیا کو فتح کرے گا۔ وہ یہ اعلان کرتا رہا
کہ اس کی جماعت آخر غالب آئے گی۔ اور اس کی پیش
کردہ تعلیم دوسری سب تعلیموں پر غالب آئے گی اس
کی جماعت میں اگر ۱۳ سال کے لمبے عرصہ میں ۲۰۰ یا ۳۰۰
آدمی داخل ہوگئے۔ تو بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ یہ ایسی چیز
نہیں جس کے ذریعہ دنیا کو فتح کیا جا سکے۔ ہاں
ایک چیز ضرور تھی۔ اور یہی انبیاء کی

سچائی کی علامت

ہوا کرتی ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا۔

نصرت بالرعب مسیرۃ شہر

یعنی جہاں ایک مسافر ایک ماہ میں پہنچ سکتا ہے وہاں
تک خدا تعالیٰ نے میرا رعب پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ
آپ کے ابتدائی ۱۳ سالوں میں ہی آپ کی آواز
حبشہ، نجد اور اردگرد کے علاقہ میں پہنچ گئی تھی۔
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیکھ
لو۔ آپ کے ماننے والے ابھی ابتداء میں ۵۰ -
۶۰ ہی تھے۔ لیکن سارے ہندوستان میں ایک
شور مچ گیا تھا۔ کہ تکفیر کے فتوے آ گئے
تھے۔ حالانکہ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ آپ کے
ماننے والے پچاس ساٹھ کی تعداد میں تھے۔ اس
سے گھبرانے کی کونسی وجہ تھی۔ اس کی صرف ایک ہی
وجہ تھی۔ کہ شیر کا بچہ پہلے دن بھی شیر کا بچہ ہوتا ہے
اور بھیڑ کا بچہ سو سال کے بعد بھی بھیڑ کا ہی بچہ ہوتا ہے
لوگوں کو اس قلیل جماعت میں بھی

ایک شان نظر آتی تھی

اس لئے وہ سب لوگ اس کے مخالف ہوگئے
ایک دفعہ ایک مدعی نبوت نے مجھے لکھا کہ بڑے
افسوس کی بات ہے۔ کہ میں نے آپ کو اتنے خطوط
لکھے ہیں۔ اور اتنے رسالے بھیجے ہیں۔ لیکن آپ
نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ کم سے کم اس
کی تردید تو کر دیں۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ آپ مجھے مان
لیں۔ لیکن اس قدر تو کریں۔ کہ ان کی تردید کر دیں۔
میں نے سمجھا۔ کہ اب اس خط کا جواب مجھے ضرور دینا
چاہیئے۔ چنانچہ میں نے اسے لکھا۔ کہ یہ تردید بھی قسمت
والوں کو میسر آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو دیکھ لو۔ آپ نے دعویٰ کیا۔ تو سارے
لوگ آپ کے خلاف کھڑے ہوگئے۔ لیکن ہم تمہاری
کتابوں اور رسالوں کی تردید بھی نہیں کرتے۔ یہ
ثبوت ہے اس بات کا کہ تمہارے ساتھ خدا تعالیٰ
نہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔

ہونہار بِروا کے چکنے چکنے پات

جب کوئی تعلیم پھیلنے والی ہوتی ہے۔ تو اس میں
جامعیت پائی جاتی ہے۔ اور لوگ سمجھ لیتے
ہیں۔ کہ اس تعلیم میں وہ خوبیاں موجود ہیں۔ جو دوسرے
لوگوں کو اپنی طرف کھینچیں گی۔ لیکن جس تعلیم میں
یہ خوبیاں موجود نہ ہوں۔ اس میں جامعیت نہ
پائی جاتی ہو۔ تو لوگ سمجھتے ہیں۔ یہ ردی چیز ہے
اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ فرض کرو
ایک آدمی ایک انچ کی دھجی اعلیٰ قسم کی ریشم کی
لے آئے۔ تو کیا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے۔ کہ وہ
اس سے قمیص تیار کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی خاص
مسئلہ لے کر کھڑا ہو جائے۔ یا کسی اقتصادی
نکتہ کے متعلق اپنی تعلیم پیش کرے۔ تو چاہے وہ
کتنا ہی اعلیٰ ہو۔ وہ مذہب نہیں کہلا سکتا۔ اعلیٰ
قسم کا مذہب وہی ہو سکتا ہے۔ جس سے زندگی کے
ہر شعبہ میں ہدایت ملتی ہو۔ اگر کوئی مذہب

زندگی کے ہر شعبہ میں ہدایت

نہیں دے سکتا۔ تو لوگ اسے قبول نہیں کر سکتے
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق
لوگوں نے یہ محسوس کر لیا تھا۔ کہ آپ کی باتیں مولویوں والی
نہیں۔ مولوی ایک بات کو لے لیتے ہیں۔ اور اس پر
سارا زور لگا دیتے ہیں۔ مثلاً بعض اس بات پر ہی
سارا زور لگا دیں گے۔ کہ کوا حلال ہے یا نہیں۔ اب اگر
کوا حلال ثابت ہو جائے۔ اور لوگ اسے کھانا شروع
کر دیں۔ تب بھی اس سے کیا ہوگا۔ لیکن آپ نے وہ تعلیم
پیش کی۔ جس میں زندگی کے ہر شعبہ میں ہدایت ملتی تھی۔
آپ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

قرآن کریم کے پیش فرمودہ اصول

کو دوبارہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس لئے ہر
شخص نے یہ سمجھ لیا۔ کہ اب لوگ اس تعلیم کی طرف
متوجہ ہو جائیں گے۔ بعضوں کے پاس نہ دونیاں ہیں
نہ چونیاں ہیں۔ نہ اٹھنیاں ہیں۔ نہ روپے اور نوٹ
ہیں۔ پھر انہیں صراف کیسے کہا جا سکتا ہے۔ صراف
کے ضروری ہے کہ اس کے پاس دونیاں۔ چونیاں
اٹھنیاں اور روپے وغیرہ موجود ہوں۔ اس کے
پاس نوٹ ہوں۔ اشرفیاں ہوں۔ صرف چند پیسے پاس
ہونے سے اسے صراف نہیں کہا جا سکتا۔ رسول کریم صلے
اللہ علیہ وسلم دنیا میں آئے۔ تو ابتدائی ۱۳ سالوں
میں ۸۰ - ۹۰ یا بعض روایات کے مطابق ۲۰۰
۳۰۰ لوگ آپ پر ایمان لائے۔ لیکن آپ کی شہرت
دور دور تک پھیل گئی تھی۔ حبشہ اور نجد تک آپ
کی تعلیم پہنچ چکی تھی۔ اور امراء، رؤسا، فقہاء اور
بادشاہوں نے آپ کی طرف توجہ شروع کر دی تھی۔
اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ
لو۔ آپ کے

ماننے والوں کی تعداد

ابتداء میں ۵۰ - ۶۰ تھی۔ لیکن آپ کی شہرت دور دور
تک پھیل چکی تھی۔ اس کے مقابلہ میں جن لوگوں نے دعویٰ
کیا۔ ان کو اپنے علاقہ سے باہر کوئی جانتا بھی نہیں
تھا۔ اس قسم کے لوگوں کو خواہ پچاس سال گذر جائیں بھی
بس ان کے متعلق لوگ یہ احساس بھی نہیں کرتے
کہ وہ دنیا میں کوئی تغیر پیدا کریں گے۔ یہ لوگ رونا
لگتے ہیں۔ کہ اب قیامت آ جائے گی۔ لیکن عملی طور پر
ایک چارپائی بھی نہیں ہلتی۔ اور دنیا میں کوئی

منفی یا مثبت تغیر

پیدا نہیں ہوتا یہی ثبوت ہے۔ اس بات کا کہ ان کی
مثال بھیڑیئے کے چرے میں بھیڑ کی سی ہے۔ حضرت مسیح
موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والے اگرچہ تھوڑے
تھے۔ لیکن لوگوں میں ان کی وجہ سے گھبراہٹ بہت زیادہ
تھی۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔ کہ ان کی تعلیم دنیا کو کھا جائے گی
اسی طرح ہماری جماعت کو دیکھ لو۔ مخالف بڑے بڑے
دعوے کرتے ہیں۔ عوام کو بھڑکاتے ہیں۔ فتوے دیتے
ہیں۔ لیکن دنیا ڈرتی ہم سے ہے۔ اگرچہ ہم انہیں تسلیاں
دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے کہتے تھک جاتے ہیں۔ کہ ہم
تمہارے دشمن نہیں۔ تمہارے خیرخواہ ہیں۔ لیکن پھر بھی
وہ تسلی اور اطمینان نہیں پکڑتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں
کہ یہ تعلیم اس قسم کی ہے۔ کہ جہاں ہو جائے گی۔ دنیا اس

کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ اور اگر ہمارے اردگرد کے لوگوں نے ان کی باتیں سن لیں۔ تو وہ ہمیں چھوڑ کر اس تعلیم کو قبول کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے اسلام پر ہر طرف سے اعتراضات ہو رہے تھے۔ کیا یہودیت اور عیسائیت اور کیا ہندو مذہب ہر ایک کے ماننے والے

اسلام پر حملہ آور

ہو رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے بھی آپ کی مخالفت کی۔ اور یہ نہ سمجھا۔ کہ آپ ان کی حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اب ہماری یہ حالت ہے کہ کوئی ماں کا بچہ ایسا نہیں جو اسلام پر کوئی اعتراض کر سکے اور پھر اس کا جواب نہ دیا جا سکے پس تم نے ترقی کی طرف ایک قدم اٹھایا ہے۔ بیج تمہارے پاس ہے جو بویا گیا ہے۔ اور بیہودہ زمانہ تمہیں ملا ہے۔ جس میں تمہاری ترقی لازمی ہے جس طرح پانچ چھ سال کا بچہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس نے بڑھنا نہیں۔ باوجود اس کے کہ اس کا ارادہ شامل نہیں ہوتا۔ پھر بھی وہ بڑھتا جاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے تمہارے اندر

ایسی روح پیدا کر دی ہے

کہ تم نے بہر حال بڑھنا ہے۔ چاہے تمہارا ارادہ اور عزم ساتھ شامل ہو یا نہ ہو۔ پھر جس طرح یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ پانچ چھ سال کے بچہ کا لباس ۸ و سال کی عمر کے بچہ کو پورا آ سکے۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ تمہارے پچھلے سال کا چندہ اگلے سال کے لئے کافی ہو۔ جب تک تم پہلے سے زیادہ قربانی نہیں کرو گے۔ جب تک تم اپنے چندے کو پہلے سالوں سے زیادہ نہیں بڑھاؤ گے۔ جب تک تم

چندہ دینے والوں کی تعداد

ہر سال بڑھاتے نہیں جاؤ گے۔ تمہارا لباس تمہارے جسم پر بے جوڑ معلوم ہوگا اگر کوئی لمبا شخص کسی چھوٹے بچے کا لباس پہننا چاہے۔ تو اول تو وہ پہنتے پہنتے پھٹ جائے گا۔ اور اگر وہ کسی طرح اُس کو پہن بھی لے۔ تو وہ صرف ناف تک یا اس کے اوپر تک آئے گا۔ باقی جسم ننگا رہ جائے گا۔ اس طرح تمہارے ساتھ ہوگا اگر تمہاری شہرت کے مقابلہ میں تمہارا کام اور تمہارا چندہ کم ہو۔ تو سب دیکھنے والوں کو تمہارا یہ عیب نظر آئیگا

تمہارا کام

آج ہر قوم کے سامنے ہے۔ جس طرح ایک کرتا قد کے برابر نہ ہو۔ تو وہ ہر شخص کو بُرا نظر آتا ہے۔ اسی طرح اگر تمہاری قربانی اور تمہارے چندے تمہارے کام کی نسبت سے تھوڑے ہوں گے۔ تو تمہارا یہ عیب ہر شخص کو نظر آئیگا۔ کوئٹہ میں ایک فوجی افسر میرے پاس آیا۔ اور اس نے کہا۔ میں ایک جگہ پر گیا۔ وہاں آپ کی جماعت کا ایک مبلغ تھا۔ اور وہ بہت اچھا کام کر رہا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ۔ نہ اسے اچھا لباس میسر تھا اور نہ

اچھا کھانا ملتا تھا۔ اور اسے ہر بڑے شخص سے ملنا پڑتا تھا۔ اگر آپ اسے اچھا لباس مہیا نہیں کر سکتے اور اسے اچھا کھانا نہیں دے سکتے۔ تو وہ تبلیغ کا کام کیسے کریگا۔ ایک شخص نے مجھے اس سے پہلے بھی لکھا تھا (شاید یہ وہی شخص تھا جو بعد میں مجھے کوئٹہ میں ملا) کہ میں سنگاپور سے آیا ہوں۔ وہاں آپ کے مبلغ کام کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ انہیں

اچھا کھانا اور اچھا لباس

نہیں مل رہا۔ وہ فقیروں کی طرح رہتے ہیں۔ میں احمدی تو نہیں۔ لیکن ان کی حالت دیکھ کر اس قدر متاثر ہوا ہوں۔ کہ آپ کو توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر آپ وہاں کوئی کام کرنا چاہتے ہیں۔ تو اپنے مبلغوں کو اچھا کھانا اور اچھا لباس تو مہیا کریں۔ اس شکایت کرنے والے دوست کو تو ہمارے مبلغین کا ظاہری لباس اور ظاہری کھانا نظر آیا۔ اور مجھے یہ فکر ہے کہ ہم اپنے مبلغین کو باطنی کھانا بھی مہیا نہیں کر رہے۔ ہمارے ہر مبلغ کے پاس سینکڑوں کتابوں پر مشتمل ایک لائبریری ہونی چاہیئے۔ تاکہ وہ ایک وقت میں سو دو سو آدمیوں کو

مطالعہ کیلئے کتب

دے سکے۔ بلکہ پوری طرح توجہ دلانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس ایک ایک کتاب کے دس دس پندرہ پندرہ نسخے ہوں۔ تا ایک ہی وقت میں ایک کتاب سے ایک سے زیادہ آدمی فائدہ اٹھا سکیں۔ اگر ہر مشن میں سو کتابیں ہوں۔ اور ان کے پندرہ پندرہ نسخے ہوں۔ تو پندرہ سو کتاب ہی بن جاتی ہے۔ پھر کئی لوگ ایسے آ جاتے ہیں۔ جو تفسیر۔ حدیث یا کسی اور مضمون کی کتاب لینا چاہتے ہیں۔ اس لئے اگر ہم صحیح طور پر کام کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمارے لئے ضروری ہے

کہ ہمارے ہر مبلغ کے پاس دو تین ہزار کتب کی لائبریری ہو۔ جو شخص ملنے کے لئے آتا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھے گا۔ اور باتیں سنے گا۔ اور پھر چلا جائیگا۔ لیکن اگر ہم اسے کوئی کتاب دے دیں۔ تو وہ گھر میں بھی اسے پڑھتا رہے گا۔ اور اس طرح تبلیغ سے وہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے گا۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ سنایا ہے کہ

سرحد کے ایک رئیس

خان فقیر محمد خان صاحب آف چارسدہ مرحوم ایگزیکٹو انجینئر (بعد میں وہ سپرنٹنڈنٹ انجینئر ہو گئے) ایک دفعہ مجھے دہلی میں ملے۔ انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ میرے بھائی محمد اکرم خان صاحب احمدی ہیں۔ میں سیر کے لئے انگلستان جا رہا ہوں۔ انہوں نے چلتے چلتے بعض کتابیں میرے ٹرنک میں رکھ دی ہیں میری ایک لڑکی کی منگنی ان کے لڑکے سے ہوئی ہے۔ ویسے بھی مجھے ان کا بڑا ادب ہے۔ کہ وہ

میرے بڑے بھائی ہیں۔ میں نے انہیں منع نہیں کیا۔ آپ نے کیا کیا ہے۔ میں تو سیر کے لئے جا رہا ہوں۔ ان کتابوں کے پڑھنے کا کہاں موقع ہوگا۔ مگر وہ مانے نہیں۔ اور کہا۔ کبھی خیال آیا۔ تو انہیں پڑھ لینا۔ میں نے کہا اچھا رکھ دو۔ ولایت جا کر انہوں نے مجھے ایک چٹھی لکھی اس کے شروع میں یہ لکھا تھا۔ کہ شاید آپ مجھے نہ پہچانیں میں اپنی پہچان کے لئے لکھتا ہوں۔ کہ میں وہ ہوں۔ جو آج سے تین ماہ پہلے آپ سے دہلی کے شاہی قلعہ میں ملا تھا۔ اور میں نے آپ سے کہا تھا کہ ہاری دو والدہ تھیں۔ اور ہر ایک والدہ سے ہم دو دو بھائی ہیں۔ ان میں سے ایک ایک ہم نے آپ کو دے دیا ہے۔ اور ایک ایک غیر احمدیوں کو دے دیا ہے۔ اس طرح ہم نے پورا پورا انصاف کیا ہے۔ روپیہ میں سے اٹھنی آپ کو دے دی ہے۔ اور اٹھنی دوسرے مسلمانوں کو۔ اور آپ نے بھی مذاقاً یہ کہا تھا۔ کہ ہم تو اٹھنی پر راضی نہیں ہوتے۔ ہم تو پورا روپیہ لے کر چھوڑا کرتے ہیں۔ سو اب میں ایک اور چونی آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اور اپنے آپ کو آپ کی بیعت میں شامل کرتا ہوں۔ انہوں نے لکھا میں نے آپ کو بتایا تھا۔ کہ میرے بھائی محمد اکرم خان صاحب نے کچھ کتابیں میرے ٹرنک میں رکھ دی تھیں۔ ہم پٹھان ہیں۔ ہم میں

اسلام کی خدمت کا جوش

ہوتا ہے۔ چاہے ہمیں کچھ آئے یا نہ آئے۔ ہمارا ارادہ ضرور ہوتا ہے۔ کہ ہم کسی کافر کو مار دیں۔ وہی جوش مجھ میں بھی تھا۔ جب میں انگلستان پہنچا۔ اور میں نے یہاں مختلف مقامات کی سیر کرنی شروع کی۔ چونکہ میں گورنمنٹ کا ایک عہدیدار تھا۔ اس لئے مجھے بعض اداروں کے دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ میں نے دیکھا کہ ہمارے ایک کارتوس کے مقابلہ میں ان کے پاس لاکھوں بلکہ کروڑوں کارتوس اور ایک بندوق کے مقابلہ میں لاکھوں بندوقیں ہیں۔ اور طرح طرح کے ترقی یافتہ ہتھیار ہیں۔ ہمارے ہاں طیاروں کا نام و نشان نہیں۔ لیکن ان کے پاس بڑی تعداد میں طیارے ہیں۔ پھر اس ملک کے کارخانوں کے مقابلہ میں ہمارے پاس کوئی چیز نہیں۔ یورپ کی اس

ترقی کو دیکھکر

میرے دل میں مایوسی پیدا ہوئی۔ اور یقین ہو گیا۔ کہ اب اسلام دنیا پر غالب نہیں آ سکتا۔ اپنی اس کمزوری اور مجبوری کے ہوتے ہوئے ہم اتنے بڑے ترقی یافتہ دشمن کا مقابلہ کس طرح کریں گے۔ تلوار سے مارنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ دوسرا شخص کمزور اور نہتا ہو۔ لیکن یہاں تو یہ ہے۔ کہ ہم کمزور اور نہتے ہیں اور دشمن ہم سے کئی گنا زیادہ طاقتور ہے۔ میری حالت پاگلوں کی سی ہو گئی۔ کل شام کو گھر آیا۔ تو مایوسی کی حالت میں میں نے گھر والوں سے کہا کہ محمد اکرم خان نے بعض کتب میرے ٹرنک میں رکھی تھیں وہ دو۔ شاید ان سے مجھے تسلی مل سکے اتفاق

سے آپ کی کتاب

دعوت الامیر

میرے ہاتھ آئی۔ اس کے ابتداء میں اتفاقاً یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ کہ اسلام جب شروع ہوا۔ تو اس کے متعلق کوئی شخص یہ امید نہیں کر سکتا تھا۔ کہ جیت سکے لیکن ان مخالف حالات کے باوجود

اسلام جیت گیا

پھر جب اسلام جیت گیا۔ تو کوئی شخص یہ خیال نہیں کر سکتا تھا۔ کہ یہ گرے گا۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت سی پیشگوئیاں ایسی موجود تھیں۔ کہ اسلام پر ایک وقت ایسا آئیگا۔ جب اس کے پاس مقابلہ کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔ چنانچہ وہی ہوا۔ جس کا پیشگوئیوں میں ذکر تھا۔ یعنی اسلام باوجود طاقتور ہونے کے تنزل پا گیا۔ اس کے بعد آپ نے اسلام کی ترقی کے متعلق

بہت سی پیشگوئیوں

کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئیاں پوری ہو گئیں جو اسلام کے تنزل کے متعلق تھیں۔ تو وہ پیشگوئیاں کیوں پوری نہیں ہونگی۔ جو اسلام کے دوبارہ غلبہ کے متعلق ہیں۔ جن سامانوں کو سو سال پیشتر خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر آج سے ۱۳۰۰ سو سال قبل کر دیا۔ جس مایوسی کا تم آج سے سو سال قبل اندازہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ آج سے ۱۳۰۰ سال قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہوشیار کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ایک شخص رات کو مومن سوئے گا صبح کو کافر اُٹھے گا۔ اور دن کو مومن ہوگا اور رات کو کافر سوئے گا۔ خان فقیر محمد خان صاحب نے لکھا کہ میں جوں جوں اس کتاب کو پڑھتا جاتا تھا۔ سارا نقشہ میرے سامنے آتا جاتا تھا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ میری مایوسی غلط تھی۔ میری بیوی نے کہا۔ اب تم آرام کرو کہیں پاگل نہ ہو جانا۔ مگر میں نے کہا اب میں کتاب ختم کر کے سوؤں گا۔ اور ارادہ کر لیا۔ کہ میں اس وقت تک سونے کے لئے اپنے بستر پر نہیں جاؤں گا۔ جب تک کہ آپ کو اپنی بیعت کا خط نہ لکھ لوں۔ چنانچہ سونے سے پہلے میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ میری بیعت کو قبول کیا جائے۔ غرض ضروری ہے کہ ہم اپنے مبلغین کو

بڑی تعداد میں لٹریچر

مہیا کریں۔ اور اس کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے اور میں نے بتایا ہے۔ کہ ہم مالی لحاظ سے کمزور ہونے کی وجہ سے نئے مبلغ نہیں بھیج سکتے۔ اسی طرح پرانے مبلغین کے لئے لائبریری کا انتظام بھی نہیں کر سکتے۔ یہ کام ہم نے نئے سرے سے کرنا ہے۔ کہ ہر ملک میں کم از کم ایک ایک کتاب کے سو سو نسخے ہوں۔ تا کہ ایک وقت لاکھ ڈیڑھ لاکھ آدمی ہماری کتب پڑھ رہا ہو۔ اگر ہم اس قسم کا انتظام کریں۔ تو لازمی بات ہے کہ سمجھدار سنجیدہ شریف اور

خدا تعالیٰ سے محبت رکھنے والے

لوگ آگے نکل جائیں گے۔ اور یہ کام بغیر اس کے نہیں ہوسکتا کہ ہمارا قربانی کا قدم ہمیشہ بڑھے۔ اگر ہم ایک جگہ پر رُک جاتے ہیں۔ تو ہماری وہی مثال ہوگی۔ جیسے ایک نوجوان کو پانچ چھ سال کے بچے کا لباس پہنا دیا جائے۔ وہ لباس یا تو پھٹ جائے گا۔ اور اگر وہ پہننے میں کامیاب بھی ہو جائے تو ناف سے اوپر ہی رہیگا۔ اور یہ بے جوڑ لباس نہ تمہیں اپنوں میں عزت دے سکتا ہے اور نہ غیروں میں عزت دے سکتا ہے۔ اگر تم اپنوں اور بیگانوں میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو اس کا ایک

ایک ہی طریق ہے

اور وہ یہ ہے کہ تم وصلہ اور ہمت سے کام کرو۔ اگر تم خدا تعالے کے راستہ میں خرچ کرو گے۔ تو خدا تعالے تمہیں اور دے گا۔ پس میں دونوں دفتروں والوں سے کہتا ہوں۔ کہ تم سب ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ دفتر دوم کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ اس کی حالت نہایت افسوسناک ہے۔ ان کا قدم پیچھے کی طرف جا رہا ہے۔ نوجوانوں کو تو بوڑھوں سے زیادہ تیز ہونا چاہئیے تھا۔ اور ان کا قدم دلیری کے ساتھ آگے بڑھنا چاہئیے تھا۔ اگر کوئی شخص مالی لحاظ سے یا ایمان کے لحاظ سے کمزور بھی ہو۔ تو اسے چاہئیے کہ وہ بناوٹ سے ہی ساتھ چلتا چلا جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

جب عمرہ کے لئے تشریف لے گئے اور حدیبیہ کے مقام پر آپ کو روک لیا گیا۔ تو اس وقت آپ کے اور مشرکین مکہ کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کے لئے آجائیں۔ اس موقعہ پر مشرکین مکہ قریب کی پہاڑیوں پر چلے جائیں گے چنانچہ اگلے سال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت عمرہ کے لئے آئے۔ وہ موسم ملیریا کا تھا۔ اسلامی لشکر اس علاقہ سے گزرا۔ تو اس کی اکثریت ملیریا کی وجہ سے بیمار ہو گئی۔ ملیریا نے مسلمانوں کی ہڈیوں کو کھوکھلا کر دیا۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں۔ کہ ملیریا کی وجہ سے ہماری کمریں کبڑی ہو گئی تھیں۔ ہم اپنی کمریں سیدھی نہیں کر سکتے تھے۔ جب ہم طواف کرنے لگے تو مشرکین مکہ جبل ابو القبیس پر چلے گئے تھے۔ وہ وہاں بیٹھ کر مسلمانوں کی حالت کو دیکھ رہے تھے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے رشتہ دار تھے۔ معاہدہ کی وجہ سے وہ قریب آکر تو مل نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ چلو دور سے ہی ان کی شکلوں کو دیکھ لیا جائے۔ ادھر مسلمانوں کی یہ حالت تھی

کہ ملیریا کی وجہ سے اُن کی کمریں کبڑی ہو چکی تھیں۔ اور ان کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ وہ صحابی کہتے ہیں میں طواف کرتے ہوئے کبڑا ہو کر چلتا تھا۔ لیکن جونہی جبل ابو القبیس کے سامنے آتا تھا۔ اپنی کمر سیدھی کر لیتا اور اکڑ کر چلنے لگتا۔ جب اس جگہ سے ہٹ جاتا۔ تو پھر کبڑا ہو کر چلنے لگتا۔ جب میں نے طواف ختم کر لیا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ اور میرا نام لے کر پوچھا تم کیا کر رہے تھے۔ تم جونہی جبل ابو القبیس کے سامنے آتے تھے

اکڑ کر چلنے لگتے تھے

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ملیریا نے ہماری ہڈیاں کھوکھلی کر دی ہیں ہم سے سیدھی کمر کر کے چلا نہیں جاتا۔ کافر ہماری حالت دیکھ رہے تھے۔ میں نے خیال کیا۔ کہ اگر میں نے طواف کرتے ہوئے کوئی کمزوری دکھلائی تو کافر خیال کریں گے کہ ملیریا کی وجہ سے مسلمانوں کی طاقت زائل ہو چکی ہے۔ اور اب وہ ہمارا شکار ہیں۔ چنانچہ جب میں اس کے سامنے سے گزرتا تھا۔ تو اپنی کمر سیدھی کر لیتا تھا۔ اور اکڑ کر چلتا تھا۔ اور جب اس جگہ سے ہٹ جاتا۔ تو کبڑا ہو کر چلنے لگتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اکڑ کر چلنا خدا تعالے کو سخت ناپسند ہے۔ لیکن اس شخص کا اکڑ کر چلنا خدا تعالیٰ کو بہت ہی پیارا لگا ہے۔ غرض بعض اوقات انسان اپنی کمزوری کی حالت میں بھی

خدا تعالیٰ کا قرب

حاصل کر لیتا ہے۔ اگر تم قربانی کے لحاظ سے کمزور ہو یا مالی لحاظ سے کمزور ہو۔ یا سخاوت کے لحاظ سے کمزور ہو۔ تب بھی یہ دیکھ کر کہ اس وقت اسلام اور احمدیت کو تمہاری قربانی کی ضرورت ہے۔ تم بناوٹ کے طور پر اکڑ کر چلو۔ گو تم دلی طور پر اس قربانی پر ناخوش ہو گے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالے کو اس کی ضرورت ہے۔ اس لئے تمہارا تکلیف سے قربانی کرنا جو بظاہر ایک گناہ ہے۔ تمہارے لئے نیکی سے بھی بڑھ کر ثواب کا موجب ہوگا۔ کیونکہ تم اس بات کی بنیاد رکھ رہے ہو۔ کہ جو کام آج تم نے تکلیف سے کیا ہے۔ آئندہ تم اُسے بشاشت سے کرو گے۔ کیونکہ

ہر نیکی دوسری نیکی کا پیش خیمہ ہوتی ہے

جس کام سے نیکی کی توفیق نہ ملے۔ اس کے متعلق یہ سمجھ لو۔ کہ وہ درحقیقت نیک کام نہیں تھا۔ اس طرح ہر وہ کام جو بظاہر صحیح معلوم نہ ہو۔ اگر اس سے کسی نیکی کی توفیق مل جائے۔ تو وہ بھی ثواب کا موجب ہوتا ہے پس میں جماعت کے احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور زیادہ سے زیادہ وعدے لکھائیں۔ اور جلد انہیں جلد پورا کریں۔ اسی طرح نئے نئے لوگوں کو تحریک کر کے اس تحریک میں شامل کریں۔ تمہارا چندہ ہر سال پہلے سے زیادہ ہونا چاہئیے۔ کیونکہ تمہارا جسم ہر سال بڑھے گا۔ جیسے ۵-۶ سال کے لڑکے کا لباس بڑی عمر والے آدمی کو پورا نہیں آتا۔ اسی طرح تمہاری اس سال کی قربانی اگلے سال کام نہیں آسکتی۔ خدا تعالےٰ تمہیں بڑھا رہا ہے۔ جس طرح ایک بچہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور اس کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ کہ وہ بڑھنے کو روک سکے اسی طرح تم پر بھی وہ دَور آیا ہوا ہے۔ قانون قدرت تمہیں بڑھا رہا ہے۔ پس

تمہاری آج کی قربانی

کل کے کام نہیں آئے گی۔ کیونکہ تمہارا قدم لازماً آگے بڑھے گا۔ اور تمہیں اپنی قربانی بھی لازماً بڑھانی پڑے گی۔ اگر تم اپنی قربانی کو بڑھاتے نہیں۔ تو تمہاری حالت مضحکہ خیز ہو جائے گی۔ اگر چھ سال کے بچے کا لباس بڑی عمر والا پہن لے۔ تو کیا تم اس پر ہنسو گے یا نہیں۔ اگر تم یہ دیکھو کہ ۱۸ سال کا نوجوان نیکر کٹ کا کھا رہا ہے۔ وہ چوسنی منہ میں لئے پھر رہا ہے۔ تو تم اس پر ہنسو گے یا نہیں۔ اگر تم دیکھو کہ ایک ٹیم کا کپتان جھنجھنا بجانا شروع کر دیتا ہے۔ تو تم اس پر ہنسو گے یا نہیں۔ اگر تم کسی اُستاد کو دیکھو۔ کہ وہ گڑیا اٹھائے پھرتا ہے۔ تو تم اس پر ہنسو گے یا نہیں پس اسی طرح تمہیں دنیا دیکھے گی۔ کہ تمہارا کام خدا تعالیٰ نے بڑھا دیا ہے۔ لیکن قربانی تمہاری کل والی ہے۔ تو وہ تم پر ہنسے گی یا نہیں۔ تم اپنی حالت پر قیاس کر لو۔ کہ تم دوسروں کو بے جوڑ لباس پہنے دیکھ کر ان کے متعلق کیا خیال کرتے ہو۔ پھر تمہارے متعلق دوسرے لوگ کیا خیال کریں گے۔ خدا تعالے تمہارے متعلق کیا خیال کرے گا۔ کیا تم دونوں کی نظروں میں بے جوڑ نہیں بن جاتے۔ اور پھر یہ زمانہ تو تمہارے بڑھنے اور ترقی کرنے کا ہے۔ جسمانی طور پر اگر جوانی کا زمانہ آتا ہے۔ تو لازماً اس کے بعد بڑھاپا آتا ہے۔ لیکن روحانی طور پر

یہ زمانہ تمہارے لئے اس قدر مبارک ہے

کہ اگر تم یہ دعائیں کرتے رہو۔ کہ تم بوڑھے نہ ہو۔ تو تمہارا جوانی کا زمانہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ اگر جسمانی طور پر کوئی یہ کہے کہ میں جوان ہی رہوں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ بوڑھا نہ ہو۔ بلکہ جوانی کی عمر میں ہی مر جائے۔ لیکن اگر کسی قوم کے متعلق یہ کہا جائے۔ کہ وہ ہمیشہ جوان رہے تو اگر وہ کوئی کمزوری نہ دکھائے۔ تو وہ فی الواقعہ جوان ہی رہتی ہے بلکہ

انسانی زندگی کے متعلق

یہ کہنا کہ کوئی جوان ہی رہے بددعا بن جاتی ہے ایک دفعہ اسی قسم کا ذکر چھڑ گیا۔ تو میں نے بتایا کہ بخارا کے لوگ بڑے تنومند اور مضبوط جسم والے ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک قسم کی دہی تیار کرتے ہیں۔ اس دہی کا وہ کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بڑے تنومند اور مضبوط ہوتے ہیں۔ وہاں بھی ایک زمیندار دوست تھا۔ وہ بڑا خوش ہوا۔ اور کہنے لگا میرا بھی یہ تجربہ ہے۔ کہ جو شخص التزاماً دہی استعمال کرے وہ بوڑھا نہیں مرتا۔ اس پر دوسرے لوگوں نے اس سے مذاق کرنا شروع کر دیا۔ کہ تمہارا یہ فقرہ کہنے کا کیا مطلب ہے۔

اس کا تو یہ مطلب ہے

کہ دہی کھانے والے جوانی کی عمر ہی میں مر جاتے ہیں۔ بوڑھا ہونے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ پس جسمانی زندگی میں ایک جوان کا بوڑھا ہونا ضروری ہے۔ لیکن روحانی زندگی میں ضروری نہیں۔ کہ کوئی قوم بوڑھی ہو۔ اگر کوئی قوم قربانی کرے اور اپنا معاملہ خدا تعالے سے درست رکھے۔ تو اس پر ہمیشہ جوانی کی عمر رہتی ہے۔ بڑھاپا محض اس کی کمزوری کی وجہ سے آتا ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتٰی یغیروا ما بانفسھم کہ جسمانی بڑھاپا تو مقدر ہوتے ہیں۔ لیکن روحانی بڑھاپا کسی قوم پر صرف اس وقت آتے ہیں۔ جب وہ خود بڑھاپا چاہتی ہے۔ پس

روحانی جوانی

تو تم سینکڑوں۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں سال تک بھی قائم رکھ سکتے ہو۔ اور اس کا نمونہ موجود ہے اللہ تعالے فرماتا ہے۔ اگلے جہان میں جو جنت ملے گی۔ اس میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ اگر کوئی قوم روحانی طور پر جوان رہنا چاہتی ہے۔ تو اس پر بڑھاپا نہیں آتا۔ پس اگر تم جوان رہنا چاہتے ہو۔ تو تمہیں ہر روز اپنی قربانی بڑھانی پڑے گی۔ اگر تمہیں ایسا کرتے ہوئے بشاشت محسوس نہیں ہوتی۔ تو تم خدا تعالے کی خاطر بناوٹ کے طور پر ہی اپنی قربانی بڑھاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے۔ تو اگلے سال تمہیں سچے دل سے

خدا کی خاطر قربانی

کرنے کی توفیق مل جائے گی۔ اللہ تعالے تمہیں توفیق دے۔ کہ تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو۔ تا اس ترقی کے ساتھ ساتھ جو خدا تعالے تمہیں دے رہا ہے۔ تم خدا تعالے اور دنیا کی نظروں میں ذلیل نہ ہو۔ تمہاری قربانی ہر روز بڑھتی چلی جائے۔ تاکہ تم اپنی ذمہ داریوں کی گاڑی کو برابر کھینچ سکو۔

(الفضل مورخہ ۱۱ر فتح ۱۳۳۴ ہش)

احمدیت کی ترقی کے متعلق شبہات کا ازالہ

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے ربوہ

جب میں گذشتہ ایام میں لاہور میں بیمار تھا۔ اور میری میزان حیات کے پلڑے اوپر نیچے ہو رہے تھے تو اس وقت اس محبت اور اخلاص کے جذبات کی وجہ سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل خدا تعالےٰ نے جماعت کے قلوب میں پیدا کر رکھے ہیں۔ لاہور اور دیگر مقامات کے کثیر التعداد دوست میری عیادت کے لئے تشریف لائے تھے۔ اور میں انہیں دیکھ دیکھ کر یا ان کی آمد کی اطلاع پاکر (کیونکہ اکثر احباب ڈاکٹری ہدایت کے ماتحت باہر سے ہی طبیعت پوچھ کر اور مجھے اپنی دعاؤں کا ہدیہ دے کر واپس چلے جاتے تھے) میں اپنے دل میں اس منظر سے روحانی سرور حاصل کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظلیت میں لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم کا عظیم الشان معجزہ دکھایا ہے۔ اور حسن زبصرہ بلال از حبش صہیب از روم" کو ایک چھت کے نیچے جمع کر کے حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر محبت اور اتحاد کی روحانی کڑیوں سے باندھ دیا ہے۔

اسلام اور احمدیت کے خلاف

ان ایام میں جب مجھے کسی قدر افاقہ ہوا۔ تو بعض دوست میرے پاس تشریف لاکر متفرق مذہبی امور پر گفتگو بھی فرماتے تھے۔ اور میں اپنی سمجھ اور طاقت کے مطابق ان کے سوالوں کا جواب دے دیا کرتا تھا۔ ان سوالوں میں سے ایک سوال جس کا بعض نوجوان دوستوں نے بار بار ذکر کیا وہ جماعت کی ترقی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ان عزیزوں نے اس بات کے متعلق تشویش کا اظہار کیا۔ کہ جماعت احمدیہ کو قائم ہوئے ستر سال ہونے کو آئے ہیں۔ مگر ابھی تک اس کی کامیابی اور غلبہ کے کوئی خاص آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ بلکہ بعض لحاظ سے مشکلات بڑھتی جاتی ہیں۔ اور دنیا میں چاروں طرف باطل خیالات اور مادی نظریات کا اتنا زور ہے اور دجالی طاقتوں نے ایسا غلبہ پایا ہوا ہے۔ کہ ان مہیب اور عالمگیر طوفانوں کے مقابلہ پر احمدیت کی چھوٹی سی کشتی کا بس اللہ ہی حافظ ہے۔ اور بظاہر یہ بات تصور میں نہیں آسکتی۔ کہ یہ مٹھی بھر غریب اور کمزور جماعت جو سینکڑوں قسم کی اندرونی اور بیرونی مشکلات میں گھری ہوئی ہے۔ اپنے ماحول کے عظیم الشان خطرات پر کس طرح غالب آئے گی۔ اول تو مسلمان دنیا کی مسیحی اور دہریہ اقوام کے مقابل پر بالکل ضعیف و ناتواں ہیں۔ اور پھر مسلمانوں میں سے احمدی تو گویا آٹے میں نمک کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ تو پھر ان حالات میں یہ بیل منڈھے کیسے چڑھے گی۔ اور پھر ایک پدی اپنے مقابل کے قوی ہیکل دیو پر غلبہ کس طرح پائے گی؟ یورپ اور امریکہ کی علمی ترقی اور سائینس اور فلسفہ کا زور اور مادیت کا اوج و کمال اور سیم و زر کی فراوانی اور فوجی ساز و سامان کا معراج اور دوسری طرف اشتراکی طاقتوں کا بحر مواج۔ یہ وہ ہمت شکن نظارے ہیں۔ جن سے مرعوب ہو کر بعض اوقات بعض مخلص مومن بھی متیٰ نصر اللہ کے رنگ میں گھبراہٹ کا اظہار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے ان دوستوں نے بھی اسی رنگ میں یہ سوال کئے ہوں گے۔

جس وقت مجھ سے یہ سوال کئے گئے اس وقت میں نے اپنی طاقت کے مطابق ان سوالوں کا مختصر اور مجمل سا جواب دے کر اپنے دوستوں کو تسلی دینے کی کوشش کی۔ لیکن نہ تو اس وقت میری ایسی حالت تھی۔ کہ زیادہ مفصل جواب دے سکتا۔ اور نہ میرے یہ عزیز دوست میری بیماری اور کمزوری کی وجہ سے اپنے اس سوال کا زیادہ پیچھا کر سکتے تھے۔ اس لئے سرسری سی گفتگو کے بعد جو زیادہ تر ایمان بالغیب کا رنگ رکھتی تھی۔ یہ سوال و جواب ختم ہو جاتا رہا۔ اور میں نے لطیفہ کے طور پر یہ بات بھی اپنے دوستوں سے کہہ دی۔ کہ بے شک آپ کو یہ سوالات موجودہ وقت میں پریشان کرتے ہوں گے۔ بلکہ ظاہری حالات واقعی پریشان کن ہیں۔ مگر حق یہ ہے۔ کہ مجھے تو بچپن سے آج تک کسی دجالی طلسم یا کسی مادی طاقت نے مرعوب نہیں کیا۔ اور میں ہمیشہ نہ صرف کامل ایمان کے ساتھ بلکہ کامل بصیرت کے ساتھ بھی صداقت کی آخری فتح کا یقین رکھتا رہا ہوں مگر یہ بات میری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں ہے (ورنہ من آنم کہ من دانم) بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس درد مندانہ دعا کی وجہ سے ہے۔ جو حضور نے آج سے پچپن سال پہلے اپنے خورد سالہ بچوں کے لئے فرمائی کہ:۔

"نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال"

بس میرے دل پر تو خدا کے فضل سے کبھی ایسی دجالی طاقت یا مخالفانہ علمی مظاہرہ کا رعب نہیں پڑا۔ لیکن چونکہ یہ سوال کئی اور نوجوانوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہوگا۔ اور وہ اپنے ماحول سے متاثر ہو کر احمدیت کے آخری اور عالمگیر غلبہ کے متعلق ہراساں ہوتے ہوں گے۔ اور خصوصاً یہ خیال انہیں زیادہ پریشان کرتا ہوگا۔ کہ اسلام نے تو تیس چالیس سال کے قلیل عرصہ کے اندر اندر اس وقت کی تمام معلوم اور مہذب دنیا کے ایک تہائی حصہ پر غلبہ پالیا۔ اور دنیا کی طاقتوں میں صفِ اول پر آگیا۔ مگر اس کے بعد احمدیت جو اسلام کے دور ثانی میں اس کے احیاء اور اس کے دائمی اور عالمگیر غلبہ کی علمبردار ہونے کی مدعی ہے۔ وہ قریباً ستر سال گزرنے پر بھی ابھی تک ہر کہ ومہ کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ اور اس کا غلبہ تو الگ رہا۔ اس کی زندگی تک مخدوش نظر آتی ہے۔ اس قسم کی دماغی تشویش اور شک وشبہ کی حالت کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس اہم سوال کے متعلق کسی قدر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جائے تا بعض خام طبیعت کے نوجوان جو اپنے فطری میلان کے لحاظ سے مایوسی کی طرف جلدی جھکنے لگتے ہیں۔ وہ ایمان کے نور سے منور ہو کر اپنی ہمتوں کو بلند کر سکیں۔ اور ان کے دلوں میں یہ یقین راسخ ہو جائے۔ کہ خواہ کچھ ہو آخری فتح بہر حال اسلام اور احمدیت کی ہے۔ اور مادیت اور دجالیت کے سارے طلسم اور سرمایہ داری اور اشتراکیت کی ساری طاقتیں بالآخر اسلام اور احمدیت کے مقابل پر اسی طرح اڑ کر ختم ہو جائیں گی۔ جس طرح ایک تیز آندھی کے سامنے رستوں کا خس و خاشاک ادھر ادھر اڑ کر غائب ہو جایا کرتا ہے۔ فَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

آنحضرت کا ان خطرات کے متعلق انتباہ

اس تعلق میں سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ اسلام اور احمدیت نے جو پیشگوئیاں اپنی آخری فتح کے متعلق بیان کی ہیں۔ وہ نعوذ باللہ جہالت کی پیشگوئیاں نہیں ہیں۔ جو مخالف طاقتوں کی طرف سے آنکھیں بند کر کے یونہی خوش عقیدگی کے رنگ میں بیان کر دی گئی ہوں۔ بلکہ یہ پیشگوئیاں تمام مخالف طاقتوں کا پوری طرح اندازہ کرنے اور مقابل کے خطرات کا پورا پورا علم رکھنے اور ان کا صحیح صحیح جائزہ لینے کے بعد بیان کی گئی ہیں۔ پس ان پیشگوئیوں کو کوئی شخص اپنی نادانی کی بناء پر وقت سے پہلے غلط قرار دے تو دے مگر انہیں ایک مجذوب کی بڑ یا اندھیرے کا نعرہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ قرآن و حدیث اور احمدیت کا لٹریچر ان مہیب خطرات اور مشکلات کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں۔ جو آخری زمانہ میں صداقت کی فتح اور غلبہ سے قبل پیش آنے مقدر ہیں۔ اور اس قبل از وقت ذکر میں دوہری غرض مدنظر ہے۔ ایک غرض تو یہ ہے کہ تا مومنوں کی جماعت اپنے مقابل کے خطرات سے پوری طرح آگاہ ہو کر جہاں تک اس کے وسائل اور اس کی طاقت کے لحاظ سے ممکن ہو۔ ان کے مقابلہ کے لئے تیاری کر سکے اور انگریزی محاورہ "فور وارنڈ فور آرنڈ" (Fore warned Fore armed) کے مطابق سست اور غافل نہ ہونے پائے۔ دوسرے یہ کہ تا دنیا کے لئے خدا کی طرف سے یہ ایک نشان ہو کہ ہمارے بھیجے ہوئے مرسلوں نے اپنی انتہائی کمزوری اور بے بضاعتی کے باوجود پہلے سے اعلان شدہ پیشگوئی کے مطابق اپنے مقابل کی عظیم الشان طاقتوں پر غلبہ پالیا۔ اور ایک پدی نے دیو کو پچھاڑ کر یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس "پدی" کے پیچھے ایک ایسی زبردست ہستی کا ہاتھ ہے۔ جس کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت ایک پر پشہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس لئے خدا کی یہ قدیم سنت ہے کہ جہاں وہ ایک طرف شروع سے ہی اپنے مرسلوں کی فتح اور کامیابی کا اعلان فرماتا ہے۔ وہاں اس کے ساتھ ساتھ وہ ان بھاری خطرات کا ذکر بھی کرتا رہتا ہے۔ جو ان مرسلوں کو پیش آنے والے ہوتے ہیں۔

یاجوج ماجوج اور دجال کا فتنہ

مثلاً جہاں قرآن مجید نے اسلام کے مقابل پر یاجوج ماجوج کے نام کے ساتھ ان دجالی طاقتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو آخری زمانہ میں اسلام سے نبرد آزما ہونے والی تھیں۔ وہاں اس نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ اعلان بھی کرا دیا۔ کہ یہ دجالی طاقتیں بالآخر اسلام کے مقابل پر نمک کی طرح پگھلنی شروع ہو جائیں گی۔ چنانچہ یاجوج ماجوج (یعنے سرمایہ داری اور اشتراکیت کی طاقتوں) کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے۔

حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ (سورۃ انبیاء)

"یعنے آخری زمانہ میں یاجوج اور ماجوج جو اس سے قبل بھی دنیا میں موجود تو ہوں گے۔ مگر گویا بند پڑے ہوں گے) فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ اور وہ اس زمانہ میں دنیا کی ہر قسم کی بلندی پر قابض ہوں گے اور دنیا کی کوئی بلندی اور رفعت ان کے قبضہ سے باہر نہیں ہوگی۔ اور وہ اپنی ان بلندیوں سے دنیا کی کمزوری اور پستی میں پڑی ہوئی اقوام کو کچلنے اور اپنی ایڑیوں کے نیچے رکھنے

سکے لئے دوڑے چلے آتے ہوں گے۔"

اللہ اللہ! اِس زمانہ کی دجالی طاقتوں اور سرمایہ داری اور اشتراکیت کے بھیانک فتنوں کا کیا عجیب و غریب نقشہ ہے۔ کہ گویا دریا کو کوزے میں بند کرکے رکھ دیا ہے؟ اور مسلمانوں کو ہوشیار اور چوکس کیا ہے۔ کہ اپنے مقابلہ کی طاقتوں کو کمزور نہ جانو۔ بلکہ وہ ایک ایسا فتنہ ہوگا۔ جو ایک عظیم الشان سیلاب کی طرح تمام دنیا میں چھا جائے گا۔ اور اس فتنہ کی مہیب لہریں ہر بستی اور نشیب کو غرقاب کرنے کے لئے اس طرح بڑھیں گی۔ جس طرح کہ ایک تیز بارش کے بعد پہاڑی نالے اپنے نیچے کی وادیوں کو بھرنے کے لئے شور کرتے اور گرجتے ہوئے بڑھتے ہیں۔

اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یاجوج ماجوج کا نام قومی اور سیاسی اقتدار کی بناء پر رکھا گیا ہے۔ مگر مذہبی فتنہ کے لحاظ سے انہی اقوام کا نام حدیث میں دجال بیان ہوا ہے۔ چنانچہ دجال کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَا بَیْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اَمْرٌ اَکْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ (صحیح مسلم)

"یعنے آدم کی پیدائش سے لیکر قیامت تک کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑھکر نہیں ہے۔"

مگر اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے مسیح موعود کے ہاتھ سے دجال کی ہلاکت کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں

بَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِکَ اِذْ بَعَثَ اللّٰہُ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ... فَیَطْلُبُہٗ حَتّٰی یُدْرِکَہٗ بِبَابِ لُدٍّ فَیَقْتُلُہٗ (صحیح مسلم)

"یعنے دجال اسی طرح اپنے زور کی حالت میں ہوگا کہ خدا تعالےٰ مسیح ابن مریم کو مبعوث کرے گا۔ اور وہ دجال کا پیچھا کرے گا حتیٰ کہ وہ اسے جھگڑا کرنے والوں کے دروازہ تک پہنچا کر قتل کر دے گا۔"

اس حدیث میں جو باب لُدّ کے الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ ان میں دو لطیف اشارے کرنے مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ مسیح موعود اور دجال کا مقابلہ تلوار کا مقابلہ نہیں ہوگا۔ بلکہ دلائل اور براہین کا مقابلہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اس علمی مقابلہ میں مسیح موعود دجال کو بار بار پیچھے دھکیلتا جائے گا۔ حتیٰ کہ اسے اس کے دروازہ تک (یعنی بقول شخصے جھوٹے کو اسکے گھر تک) پہنچا دے گا۔ اور وہاں اسے اپنے دلائل اور براہین اور علمی اور روحانی نشانوں کے ذریعہ ہلاک کر دے گا۔ اور اس علمی اور روحانی مقابلہ کے ساتھ ساتھ دجال کی ظاہری طاقت بھی نمک کی طرح پگھلنی شروع ہو جائے گی۔ چنانچہ دوسری جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِذَا نَظَرَ اِلَیْہِ الدَّجَّالُ ذَابَ کَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ (کنز العمال جلد ۷ ص۲۰۱)

"یعنی جب دجال مسیح کو دیکھے گا۔ اور اس کا زمانہ پائے گا۔ تو وہ اس طرح پگھلنا شروع ہو جائے گا جس طرح کہ نمک پانی میں پگھلتا ہے۔"

نمک کی مثال میں یہ لطیف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح برسات کے موسم میں نمک مرطوب ہوا کے اثر کے ماتحت پگھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب مسیح موعود کے زمانہ میں آسمانی بارش کا نزول ہوگا۔ اور خدائی فرشتے اپنی روحانی طاقتوں کو حرکت میں لائیں گے۔ تو ان غیبی تاثیرات کے نتیجہ میں دجالی طاقتیں خود بخود مٹنی شروع ہو جائیں گی۔ اور آسمان سے ایسی ہوا چلے گی۔ جو دجالی خیالات کے جراثیم کو آہستہ آہستہ ملیامیٹ کرکے رکھ دیگی۔ اور شرک اور تثلیث کی جگہ توحید کا دور دورہ شروع ہو جائے گا۔ خلاصہ کلام یہ کہ اسلام نے آخری زمانہ میں اپنی فتح اور کامیابی کی جو پیشگوئی کی تھی۔ وہ ایک خوش عقیدگی کا نعرہ نہیں تھا۔ جو مقابل کی طاقتوں کو نظر انداز کرکے یونہی اندھیرے میں لگا دیا گیا۔ بلکہ اسلام نے تمام متعدد خطرات بیان کرتے اور امت کو چوکس اور ہوشیار کرنے کے بعد یہ پیشگوئی فرمائی تھی۔

حضرت مسیح موعود کے خدشات اور بلند مقام امید

یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے کہ آپ نے بھی اپنے مقابل کے خطرات کو پوری طرح محسوس کیا اور اپنی جماعت کو ان خطرات کے متعلق اندھیرے میں نہیں رکھا۔ بلکہ علی الاعلان ان کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں

جنگ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یا رب سخت ہے یہ کارزار
جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگِ روس اور جاپان سے
میں غریب اور ہے مقابل پر حریفِ نامدار
(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

مگر اس خطرناک جنگ سے آپ کا دل گھبرایا نہیں اور مایوس نہیں ہوا۔ بلکہ آپ اپنے مقابل کی طاقتوں کو للکار کر فرماتے ہیں۔ کہ مجھے کمزور نہ جانو۔ کیونکہ میں خدا کا ایک شیر ہوں۔ اور میرے پیچھے ایک ایسی ہستی کا ہاتھ ہے۔ جس کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت ایک دمڑی کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ چنانچہ اسی نظم میں آگے چل کر فرماتے ہیں

مجھ کو پردے میں نظر آتا ہے میرا ایک معین
تیغ کو کھینچے ہوئے اس پر کہ کرتا ہے وہ وار
دشمنِ غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار
جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار
(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

خلاصہ کلام یہ کہ خدا کی طرف سے آنے والے مصلح نہ تو ایک طرف اپنے مقابل کی طاقتوں اور خطرات کو کسی طرف سے آنکھیں بند کرتے ہیں۔ اور نہ دوسری طرف ان خطرات کی وجہ سے ڈرتے اور مایوس ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ ان خطرات کے باوجود اپنی آخری فتح کے متعلق کامل یقین رکھتے ہیں۔ اور اسی بصیرتِ تامہ اور یقین کامل کے دوہرے محاذ میں ان کی کامیابی کا راز مخفی ہوتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے دوسرے لوگوں میں سے ایک طبقہ تو ایمان کی کمزوری کی وجہ سے جب اوقات خطرات کو دیکھ کر مایوسی کی طرف جھکنے لگ جاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ ان بھاری مشکلات کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں اور دوسرا طبقہ اپنے رستہ کی مشکلات سے غافل رہ کر گویا جنت الحمقاء میں زندگی گذارتا ہے۔ اور اپنی جھوٹی تسلی کی وجہ سے اس جدوجہد اور قربانی میں حصہ نہیں لیتا۔ جو ظاہری اسباب کے ماتحت خدائے حکیم نے کامیابی کے لئے مقدر کر رکھی ہے۔ اس لئے بزرگوں نے کہا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ الایمان بین الرجاء والخوف یعنی سچا ایمان امید اور خوف کے بین بین قائم ہوا کرتا ہے۔ نہ تو محض امید کا پہلو ہو۔ جو انسان کو جدوجہد سے غافل کر دیتا ہے۔ اور نہ ہی خوف کا غلبہ ہو۔ جو مایوسی کا دروازہ کھولتا ہے۔

مایوسی کی چار امکانی وجوہات ہیں پہلی وجہ اور ایٹم اور آدم کا موازنہ

دراصل اس قسم کی مایوسی عموماً چار وجوہ سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلی وجہ ایک مرکب قسم کی وجہ ہے۔ جس میں ایک طرف تو اپنے مقابل کے خطرات اور مشکلات کا حد سے زیادہ بڑھا ہوا احساس ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ایمان کی کمزوری اور خدائی وعدوں پر عدم بھروسہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ مشکلات اور خطرات کا احساس بے شک ہونا چاہیئے۔ اور ضرور ہونا چاہیئے۔ لیکن ان مشکلات کو ہوّا نہیں بنا لینا چاہئے جنہیں دیکھ کر ہاتھ پاؤں پھولنے لگیں اور انسان مایوس ہو کر اپنی قسمت پر فاتحہ خوانی کرنے لگ جائے بلکہ مشکلات کے احساس کا صرف یہ نتیجہ ہونا چاہیئے۔ کہ انسان ان مشکلات پر قابو پانے کے لئے اپنی جدوجہد کو تیز سے تیز کر دے۔ اور دوسری طرف سچے ایمان کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے۔ کہ انسان کے لئے خدائی وعدے محض ایک دل بہلانے کا کھلونا نہ ہوں۔ بلکہ ایک ایسی زندہ حقیقت ہوں۔ جنہیں وہ گویا اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھ رہا ہے۔ کاش ہمارے دوست اس حقیقت کو سمجھیں۔ کہ ایمان میں کتنی زبردست طاقت مخفی ہے۔ اے کاش وہ سمجھیں!

حضرت مسیح ناصری کے بعض اقوال بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے اندر رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو (ہاں ہاں سچا اور زندہ ایمان) تو تم پانیوں پر چلو اور پہاڑوں کو حرکت میں لے آؤ۔ مگر افسوس کہ مسیح ناصری کے یہ زریں تعلیم تو دی مگر وہ اپنے حواریوں میں ایسا زندہ ایمان پیدا نہ کر سکے۔ لیکن ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) نے اپنی اعلیٰ قوت قدسیہ کے ذریعہ صحابہ رضوان اللہ میں وہ ایمان پیدا کر دیا جس نے دیکھتے دیکھتے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اور بڑے بڑے پہاڑوں پر زلزلہ وارد کر دیا۔ ہمارے رسول پاک کے صحابہؓ اسلام کی فتح کی خاطر موت کے منہ میں اس طرح کود جاتے تھے کہ گویا اپنے خون کے قطروں میں جنت کا نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ مگر جہاں ایمان کامل نہ ہو۔ وہاں انسان ہر مشکل کو ایک ہوّا سمجھ کر دل چھوڑ دیتا ہے۔ پس اسلام اور احمدیت کے غلبہ کے متعلق شبہات میں مبتلا ہونے والوں کی پہلی غلطی یہ ہے۔ کہ ان کی مشکلات اور خطرات کو دیکھنے والی آنکھ تو حد سے زیادہ تیز ہے۔ جو ہر چیز کو بہت بڑھا چڑھا کر دیکھتی ہے۔ مگر ان کا ایمان اس قدر کمزور ہے۔ کہ وہ اپنے گرد و پیش کے حالات کی وجہ سے خدائی وعدوں پر ایسا یقین نہیں رکھتے جو ایک سچے مومن کو حاصل ہوا کرتا ہے بلکہ بعض اوقات اپنے شکوک و شبہات کے بیجا اظہار سے دوسرے لوگوں کو بھی بددل کرتے رہتے ہیں۔

دراصل وہ ان عظیم الشان طاقتوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ جو ان کے خدا کو حاصل ہیں۔ اور دوسری طرف وہ ان وسیع طاقتوں سے بھی بے خبر ہیں جو خود ان کو حاصل ہیں۔ کیا ایسے لوگ خیال کرتے ہیں کہ ایک ادنیٰ سے ایٹم میں تو خدا نے یہ طاقت ودیعت کی ہوئی ہے۔ کہ اگر وہ ایک خاص رنگ میں تیار کیا جا کر پھٹے تو ایک ملک کو ہلاک کرکے رکھ دے۔ مگر احسن تقویم میں پیدا کئے جانے والے اشرف المخلوقات انسان میں کوئی خاص طاقت ودیعت نہیں کی گئی۔ بلکہ وہ ہر مشکل کے سامنے جھک جانے اور ہر خطرہ کے دیکھتے ہی گھٹنے ٹیکنے (باقی صفحہ پر)

۱؎ جب ۱۹۰۴ء میں روس اور جاپان کی جنگ شروع ہوئی۔ تو اس وقت روس کے مقابل پر جاپان کی ایسی حالت تھی جیسے کہ ایک بڑے پہاڑ کے مقابلہ پر ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے چند تازہ رؤیا و کشوف

(۱)

پندرہ بیس روز ہوئے کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص ایک پختہ سڑک کے کنارے کھڑا ہے اور لوگ اس کے اردگرد جمع ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بچپن کا ساتھی ہے۔ اور ان کے ساتھ کھیلا ہوا ہے۔ لوگ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات پوچھ رہے ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود کے حالات بتاتا جاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں اس نے بیان کیا کہ ہم شکار کو جایا کرتے تھے۔ اور سرکاری رکھ کے پاس پاس شکار کو جاتے تھے۔ اور ہمیں تو یہ بھی پتہ نہیں لگتا تھا کہ نماز کا وقت کب آیا۔ اور کب گیا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی بے تکلف سا نام لے کر ہیرو یا بہادر رکھ (کوئی دن تک یاد رہا۔ لیکن اب بھول گیا ہے) کہنے لگا۔ کہ شاید وہ نماز پڑھ لیتے ہوں گے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ انہوں نے یہ بتایا تھا کہ ایک لڑکا میری طرح ہوگا۔ پھر اس نے میری طرف اشارہ کرکے جبکہ میں اس مجلس سے پرے جا رہا تھا۔ کہا دیکھو جوں جوں ان کی عمر بڑی ہوتی جاتی ہے۔ ان کی طرز حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملتی جاتی ہے۔ پھر کہا دیکھو ان کے کندھے اسی طرح کے ہیں۔ ان کی چال اسی طرح کی ہے۔ مجھے اس شخص کے اس قول سے بہت تکلیف ہوئی۔ کہ شاید مرزا صاحب نماز پڑھ لیتے ہوں گے۔ گویہ بچپن کے زمانہ کے متعلق بات تھی۔ میں اسی بات پر سوچتا چلا جاتا تھا۔ کہ سڑک کا موڑ آیا۔ اور سڑک مڑ کر اسی طرف لوٹ گئی جس طرف سے وہ آرہی تھی۔ اس موڑ پر چلتے ہی میں نے دیکھا کہ سامنے سے ایک سر اڑتا آرہا ہے۔ اس کے ساتھ دھڑ نہیں تھا۔ وہ اس طرح اڑ کر آرہا تھا۔ جیسے ستارے اڑتے ہیں۔ چہرہ انسانی تھا۔ مگر بہت بڑا۔ چار پانچ بڑے انسانی چہرے ملائے جائیں۔ تو ان کے برابر۔ میں نے جب اس پر نظر ڈالی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ تھا۔ چہرہ کے دائرہ کے اردگرد کی ڈھال اور شکن اس طرز کے تھے۔ کہ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ رحم اور محبت کو کھینچ رہے ہیں۔ میں نے یہ دیکھتے ہی کہا۔ کہ یہ شخص تو جب بھی خدا تعالیٰ کے سامنے جاتا ہوگا معاً اس کے فضل اور اس کی محبت کو کھینچ لیتا ہوگا۔

(۲)

دو تین دن ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک میدان ہے۔ جس کے بیچ میں کچھ لوگ کھڑے ہیں اور میں ان کی طرف جا رہا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ مجھے انہوں نے بلایا ہے۔ جب میں ان لوگوں کے قریب پہونچا۔ تو میں نے دیکھا کہ ان لوگوں میں سے ایک حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ وہ چند قدم آگے بڑھ کر آئے۔ اور مجھ سے کہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو بلایا تھا۔ مگر وہ کسی کام کے لئے تھوڑی دیر کے لئے کہیں چلے گئے ہیں۔ اور مجھے آپ کو پیغام پہنچانے کے لئے مقرر کر گئے ہیں جس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھڑے ہیں۔ وہاں لکیر کھینچی ہوئی ہے۔ جس طرح کبڈی کھیلنے والے کھینچ لیتے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے دو ملکوں کی حد فاصل ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سمت مخالف کی طرف اشارہ کرکے فرمانے لگے۔ یہ اٹلی کا ملک ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارادہ ہوا کہ اس کو فتح کیا جائے۔ اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ یہ کام آپ کے سپرد کیا جائے۔ پھر فرمایا کہ شاید ہم آپ کو اتنی چھوٹی سی بات کے لئے تکلیف نہ دیتے۔ لیکن ہم نے اللہ تعالیٰ کے تقدیر کے رجسٹر کو دیکھا۔ جس میں ہر کام کے کرنے والوں کے نام درج ہیں کسی کام کے متعلق لاکھوں کروڑوں کے نام لکھے ہیں کسی کے متعلق ہزاروں کے کسی کے متعلق درجنوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن جب ہم نے اٹلی کے فتح کرنے کا خانہ دیکھا تو اس میں صرف آپ کا نام تھا۔ کوئی اور نام نہ تھا۔ اگر کوئی اور نام ہوتا۔ تو ہم آپ کو تکلیف نہ دیتے۔ مگر اب مجبوراً آپ کو بلانا پڑا۔ پھر آنکھ کھل گئی۔

(۳)

۱۱ دسمبر ۱۹۵۴ء بروز شنبہ میں نے آج یعنے جمعہ و ہفتہ کی درمیانی رات کو یا دس دسمبر اور گیارہ دسمبر کی درمیانی رات کو دیکھا کہ سارہ بیگم مرحومہ گھر پر آئی ہیں۔ میں کہیں باہر سے گھر میں آیا ہوں۔ تو لوگوں نے مجھے بتایا۔ کہ سارہ بیگم آگئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کہیں وہ روٹھ کر چلی گئی تھیں (اسی قسم کا نظارہ میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں) میں نے دیکھا کہ دو آیا اچھے لباس میں جیسے انگریزی گھروں میں آیا ہوتی تھیں آئیں۔ اور ان میں سے ایک آیا نے ایک بچہ اٹھایا ہوا ہے۔ اچھے اجلے رنگ کا فربہ۔ خوش شکل بڑی بڑی آنکھوں والا بچہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سارہ بیگم کا بچہ ہے۔ جس آیا نے بچہ اٹھایا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کچھ بات مجھ سے کرنا چاہتی ہے۔ مگر دوسری آیا نے اشارہ کرکے اس کو وہاں سے ہٹا دیا۔ اس کے بعد میں اس کمرہ کی طرف گیا۔ جہاں میرا خیال تھا کہ وہ ہیں۔ راستہ میں کسی نے مجھ سے بتایا۔ کہ وہ تو سامنے والے مکان کے چوبارہ میں چلی گئی ہیں۔ میں اس طرف گیا۔ تو جس کمرہ میں وہ تھیں۔ اس کا دروازہ بند پایا۔ میرے دستک دینے پر انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ اور خود چارپائی پر لیٹ گئیں۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ رو رہی ہیں۔ میں نے کہا۔ اٹھو اپنے گھر میں چلو۔ لیکن انہوں نے کہا۔ مجھے ضعف ہے۔ میرے سے چلنا مشکل ہے۔ اس پر میں نے ان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر انہیں اٹھا لیا۔ اور کہا میں تمہیں سہارا دے کر لے چلتا ہوں۔ سہارا دیئے دیئے میں ان کو لے چلا۔ ایک جگہ ڈھلان آئی۔ لیکن اس کے گرد کٹہرہ لگا ہوا تھا۔ میں اسے پار ہو گیا۔ ایک ہاتھ سے کٹہرہ کو پکڑ لیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے ان کو سہارا دیتے ہوئے نیچے اترنے لگا۔ انہوں نے کہا آپ تو مجھ سے خفا ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا۔ تم نے تو مجھے چھوڑ دیا تھا (انشاء اللہ النصیر اجیبی میٹی دن سے) میں خفا کیسے ہو سکتا ہوں۔ اسی طرح میں ان کو ان کے کمرے میں لے آیا۔ اور وہ وہاں چارپائی پر بیٹھ گئیں۔ اور میں چارپائی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اور جھک کر ان سے کہا۔ اچھا بتاؤ۔ تم کہاں کہاں رہیں۔ انہوں نے کہا کہیں نہیں گھر پر ہی رہی۔ گویا اپنے میکے۔ میں نے کہا۔ نہیں یہ بات تو نہیں۔ ایک احمدی نے مجھے بتلایا ہے کہ تم نے اسے کہا۔ کہ تم میری سفارش کرکے ڈگری دلوا دو۔ (استانی وغیرہ کی) تم اگر سچ سچ بتا دو کہ تم کہاں رہیں تو میں خفا نہیں ہوں گا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ ایک دفعہ پہلے بھی تم اسی طرح روٹھ کر گھر چلی گئی تھیں تو پہلے بھی ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ روٹھ کر چلی گئی ہیں۔ اور پھر آگئی ہیں۔ خواب میں میں اسکو واقعہ ہی سمجھ کر ان کے سامنے دہراتا ہوں)

خواب پیچیدہ ہے۔ مگر بہر حال مبارک معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ سارہ کے معنے ہیں خوش کرنے والی۔ پس ان کے چلے جانے اور دوبارہ آجانے سے مراد یہ ہے کہ بچے کچھ مہموم و مغموم ہوں گے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو خوشی سے بدل دے گا۔ اور بچہ دیکھنے سے شاید یہ مراد ہو۔ کہ ان کے بچوں میں سے کسی کے ہاں کوئی اچھا بچہ پیدا ہو۔

اعلانِ نکاح

محترمہ ظہورہ بیگم صاحبہ بنت راجہ ولی محمد خان صاحب مرحوم ساکنہ چک ایرپ مال سرینگر کا نکاح مبلغ ایک ہزار روپیہ مہر پر مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی نے افتخار احمد صاحب اشرف قادیان سے ۱۲ر دسمبر کو مسجد مبارک میں پڑھا۔ اللہ تعالیٰ جانبین کے لئے مبارک کرے۔ آمین

(بقیہ صفحہ)

کی ٹھوکریں کھانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے!! هیهات هیهات لما توعدون

دوسری امکانی وجہ

اس غلط فہمی کی دوسری امکانی وجہ یہ ہے کہ عام لوگوں کی نظر بس صرف ظاہری حالات اور ظاہری اسباب تک محدود رہتی ہے۔ اور وہ صرف انہی مادی اور ظاہری نظارہ کی بنا پر اپنے خیالات اور قیاسات قائم کرتے ہیں۔ اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ الٰہی سلسلہ کتنا کمزور ہے۔ اور اس کے مقابل کی طاقتیں کتنی زبردست اور کتنی وسیع ہیں۔ تو وہ مایوس ہونے لگتے ہیں۔ حالانکہ خدائی سلسلے صرف ظاہری اور مادی اسباب کی بنا پر ترقی نہیں کیا کرتے۔ بلکہ زیادہ تر ان مخفی اور روحانی تاثیرات کی بنا پر ترقی کرتے اور غلبہ پاتے ہیں۔ جو خدائے حکیم و قدیر ان کی تائید میں لگا دیتا ہے۔ قرآن مجید نے اسی غرض سے حضرت آدم کے قصہ میں یہ نکتہ بیان کیا ہے۔ کہ جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا۔ تو اس کے ساتھ ہی فرشتوں کو یہ حکم دیا۔ کہ چونکہ اس آدم کے ذریعہ میری دنیا میں اصلاح کا کام کرنا ہے اس لئے اب تم سب آدمؑ کی بعثت کے مقاصد کو کامیاب کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو جاؤ۔ اور اس مزور و نحیف انسان کو صرف اس کی ظاہری کوششوں پر تنہا نہ چھوڑو۔ تب اس الٰہی حکم کے نتیجہ میں فرشتوں کی تمام روحانی فوج اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ خدائی مصلح کی تائید و نصرت میں لگ جاتی ہے اور سوائے ابلیس اور اس کے چیلے چانٹوں کے باقی سب مخفی طاقتیں جو نیچر میں مدفون کی گئی ہیں۔ ابھر کر اور آراستہ ہو کر اصلاح کے کام میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ یہی صورت ہر روحانی مصلح کے وقت میں برسرکار آتی ہے۔ اور نیچر کی ان مخفی طاقتوں کے ذریعہ انسانی قویٰ کو ایک ایسی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ گویا ایک رینگتا ہوا اور ٹھوکریں کھاتا ہوا انسان روح القدس کے پروں پر سوار ہو کر اڑنے لگ جاتا ہے۔ اور دنیا حیران ہوتی ہے۔ کہ اس کمزور اور نحیف انسان کو یہ خارق عادت کامیابی اور یہ ترقی کس طرح حاصل ہو گئی؟ قرآن مجید نے جو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد اور غزوۂ خندق کے ذکر میں فرشتوں کا مسلمانوں کی تائید میں اترنا بیان کیا ہے اس سے یہی غیبی نصرت مراد تھی۔ جس کے ذریعہ کفار کے دل اپنی ظاہری طاقت اور اپنے ظاہری ساز و سامان کے باوجود ان کے سینوں کے اندر بیٹھے جاتے تھے۔ اور مسلمانوں کے دل اپنی بے سر و سامانی اور کمزوری کے باوجود فتح کی امیدوں سے سرشار تھے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی کئی رنگ میں مخفی در مخفی آسمانی طاقتیں مسلمانوں کی مدد کر رہی تھیں۔

پس اس قسم کے شبہات کی دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ بعض لوگ صرف ظاہری حالات اور ظاہری اسباب کو دیکھ کر ڈرنے لگتے اور مایوسی کی طرف جھکنے لگ جاتے ہیں۔ کہ یہ کمزور انسان اپنے چند گنتی کے ساتھیوں کے ساتھ اور اپنے نہایت درجہ محدود وسائل کی بنا پر ان عظیم الشان طاقتوں اور مہیب خطرات پر کس طرح غالب آ سکے گا۔ جو اس کے سامنے صف آرا ہیں۔ حالانکہ یہ ایک موٹی سی بات ہے۔ کہ اگر کوئی خدا ہے۔ اور اگر خدا کو ساری طاقتیں حاصل ہیں۔ تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ ایک کمزور انسان کو دنیا کے متلاطم اور متموج سمندر میں پھینک کر اسے اس کی نہایت درجہ محدود طاقتوں کے ساتھ اکیلا چھوڑ دے۔ اور پھر اس سے یہ امید رکھے کہ وہ ساری دنیا پر غالب آ جائے گا۔ یقیناً جب خدا کسی انسان کو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کرتا ہے۔ تو پھر زمین و آسمان کی تمام مخفی طاقتوں کو اس کی تائید اور نصرت میں لگا دیتا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے۔ جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

ہمت این اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا
(آئینہ کمالات اسلام)

"یعنی اے بھائی تجھے تو اس وقت دین کی نصرت کا اجر مفت میں مل رہا ہے۔ ورنہ یہ ایک خدائی تقدیر ہے۔ جو ہر حال میں پوری ہو کر رہے گی۔"

تیسری امکانی وجہ

تیسری بڑی وجہ اس قسم کے شبہات اور مایوسی کی یہ ہوا کرتی ہے۔ کہ لوگ اپنے ماحول اور پارٹیوں کو تو ایک قائم شدہ اور پھلے ہوئے مضبوط درخت کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ لیکن اپنی حالت ان کے سامنے صرف ایک بیج کی شکل میں آتی ہے۔ اور چونکہ ان میں صحیح تخیل کا فقدان ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس جسیم اور توانا درخت کے مقابلہ پر ایک چھوٹے سے بیج کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں احساس کمتری پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ صحیح اندازہ کرنے کا طریق یہ ہے۔ کہ جس طرح وہ اپنی ابتدا کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اسی طرح کچھ سو سال پیچھے جا کر اپنے مقابل کی قوموں کی بھی ابتداء پر نظر ڈالیں تا کہ بیج کے سامنے بیج کو رکھ کر صحیح موازنہ ہو سکے۔ نہ یہ کہ اپنا تو بیج دیکھا جائے۔ اور دوسری قوموں کا پلا ہوا درخت۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی لے لو۔ آج مسیحیت کا جو عظیم الشان درخت ہمیں نظر آتا ہے۔ جس کی شاخیں دنیا بھر کے کونوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جس کے سائے میں یورپ اور امریکہ کی قومیں اپنے معراج کو پہنچی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اس کی ابتداء کیا تھی؟ اگر آپ لوگوں کو مسیحیت کی تاریخ سے واقفیت نہیں اور آپ کا تخیل بھی پرواز کی طاقت سے محروم ہو چکا ہے۔ تو خود حضرت مسیح ناصریؑ کی زبان سے سنئے۔ اپنی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اور کس دردناک انداز میں فرماتے ہیں کہ:۔

"لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں۔
اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے
مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے
کی بھی جگہ نہیں۔"
(متی باب ۸ آیت ۲۰)

یہ اس ابن آدم کی زندگی کا حال ہے جس کی غلامی کا آج یورپ اور امریکہ اور آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ وغیرہ کی ترقی یافتہ اقوام دم بھرتی اور اس کے سامنے گھٹنے ٹیکتی ہیں۔ اور مسیح ناصری کی زندگی کا انجام کیا ہوا؟ یہی نا کہ چند گنتی کے یہودی کاہنوں اور فریسیوں نے اسے پکڑ کر اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا اور اس کے منہ پر تھوکا اور اسے بانس کی چھڑیوں سے مارا۔ اور بالآخر ایک رومی حاکم کے فیصلہ کے مطابق اسے صلیب پر لٹکا دیا۔ جہاں بقول عیسائیوں کے اس نے ایلی ایلی لما سبقتانی (میرے خدا! میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) کی آہیں بھرتے ہوئے جان دی۔ اور اس کے سب حواری جو تعداد میں صرف بارہ کس تھے اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور ان میں سے بعض نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے مسیح پر لعنت تک کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ اگر اس ابتداء سے شروع ہونے والا مذہب آج ساری دنیا پر چھا سکتا ہے۔ تو احمدیت کیوں غالب نہیں آ سکتی۔ جس کے مقدس بانی کی وفات کے وقت چار لاکھ انسان اس کی غلامی کا دم بھرتے تھے۔ اور اس کے بعض خادموں نے اس پر ایمان لانے کی وجہ سے سنگسار جیسی سخت سزا کو برداشت کیا۔ اور حمد کے گیت گاتے ہوئے جان دی مگر اپنے آقا کی غلامی سے منہ نہیں موڑا۔ اور ظاہر ہے کہ احمدیت کا غلبہ اسلام ہی کا غلبہ ہے۔ کیونکہ احمدیت اسلام سے کوئی جداگانہ چیز نہیں بلکہ وہ صرف قرآنی شریعت اور حضرت سرور کائناتؐ کی نبوت کی خدمت ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ فافهم وتدبر ولا تكن من الممترين۔

چوتھی امکانی وجہ

اس قسم کے شبہات کی چوتھی امکانی وجہ یہ ہے کہ لوگ عموماً الٰہی سلسلوں میں جلال اور جمال کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ اور اس سنت الٰہی سے ناواقف ہیں۔ جو جلالی اور جمالی مصلحوں کی ترقی میں علیحدہ علیحدہ کارفرما ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ دوسرے دلائل کے مقابل پر بے بس ہو کر عموماً یہ شبہ پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم کردہ جماعت نے تو تیس چالیس سال کے قلیل عرصہ میں اس وقت کی تمام معلوم اور مہذب دنیا کے قریباً ایک تہائی حصہ پر غلبہ پا لیا۔ مگر احمدیت ستر سال گزرنے کے باوجود ابھی تک ہر کہ ومہ کی ٹھوکروں کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ اور اس کے عالمگیر غلبہ کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ سو اس کے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آقا ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ خادم۔ اور آقا اور خادم میں بہرحال فرق ہونا چاہئے۔ اور اس فرق کو ہر سچا احمدی نہ صرف جانتا اور پہچانتا ہے۔ بلکہ اس میں فخر محسوس کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ سارا دھوکا جلالی اور جمالی سلسلوں کے فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر شخص جس نے الٰہی سلسلوں کا گہرا مطالعہ کیا ہو۔ اس بات سے واقف ہونا چاہئے کہ روحانی مصلح دو قسم کے ہوتے ہیں۔ جن کو کوئی نئی شریعت دے کر بھیجا جاتا ہے۔ جیسا کہ مثلاً حضرت موسیٰؑ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ جو اپنے اپنے وقت میں تورات اور قرآن مجید کی شریعت لے کر مبعوث ہوئے۔ اور دوسری قسم کے مصلح وہ ہیں جنہیں کوئی نئی شریعت نہیں دی جاتی۔ بلکہ وہ صرف سابقہ شریعت کی خدمت اور استحکام کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح موعود بانیٔ سلسلہ احمدیہ تھے۔ جنہیں کوئی نئی شریعت نہیں دی گئی۔ بلکہ وہ علی الترتیب موسوی اور محمدی شریعت کی خدمت کے لئے بھیجے گئے۔ شریعت لانے والے نبی جلالی مصلح کہلاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں نئی شریعت کے قیام اور اجرا کے لئے نبوت کے ساتھ ساتھ سیاست بھی عطا کی جاتی ہے۔ جس کے بغیر کسی نئی شریعت کا اجراء ممکن نہیں ہوتا۔ ایسے انبیاءؑ مسائل دینی اور حکمت اور روحانی تعلیم و تلقین میں معلم ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے سیاسی حاکم بھی ہوتے ہیں اور مجرموں اور قانون شکنوں کے لئے سزا اور تعزیر کے قوانین بنانے اور سزائیں دینے کا اختیار

رکھتے ہیں۔ اور انہیں اپنی زندگی میں حالات کے ماتحت اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگیں بھی کرنی پڑتی ہیں۔ اور عام حالات میں ان کی پالیسی **نصیحت اور سزا** کے اصول پر مبنی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے مقابل **جو جمالی مصلح** جو صرف کسی سابقہ شریعت کی خدمت کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں۔ انہیں ابتداء میں سیاست عطا نہیں کی جاتی۔ بلکہ وہ امن کے ماحول میں دلائل و براہین اور روحانی نشانات کے ذریعہ نرمی کے طریق پر کام کرتے ہیں۔ اور عام حالات میں ان کی پالیسی **نصیحت** اور **عفو** کے اصول پر مبنی ہوتی ہے جیسا کہ موسوی سلسلہ میں حضرت مسیح ناصریؑ بانیٔ مسیحیت اور محمدی سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ بانیٔ احمدیت کا طریق کار نظر آتا ہے۔

جلال اور جمال میں ترقی کا اصولی فرق

جلالی نبیوں کے متعلق خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ بجلی کی سی چمک اور گرج کے ساتھ آتے ہیں۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا پر چھا جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ اپنی محدود زندگی کے اندر اندر اپنی لائی ہوئی شریعت کو قائم اور جاری کر دیں۔ مگر **جمالی مصلح** ایک نرم اور نازک کونپل کی طرح نکلتے ہیں جو آہستہ آہستہ بڑھتی اور درجہ بدرجہ کونپل سے پودا اور پودے سے پیڑ اور پیڑ سے ایک عظیم الشان درخت بن جاتی ہے۔ چنانچہ اس کی مثال میں قرآن مجید فرماتا ہے کہ:-

محمد رسول اللہ والذین معہ
اشداء علی الکفار رحماء بینھم
.... ذالک مثلھم فی التوراۃ
ومثلھم فی الانجیل. کزرع اخرج
شطئہ فآزرہ فاستغلظ فاستوٰی
علیٰ سوقہ یعجب الزراع لیغیظ
بھم الکفار (سورہ فتح ع ۴)

"یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جو صحابی آپ کے ساتھ ہیں۔ وہ اپنی جلالی شان میں کفار کے خلاف تو ایک سخت پتھر کی طرح ہیں۔ جو جس پر گرتا ہے اسے توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ مگر آپس میں وہ بہت نرم دل اور رحیم ہیں۔ ان کی یہ تمثیل تورات کے بیان کے مطابق ہے ..... لیکن انجیل کی تمثیل کی رو سے وہ ایک کونپل کی طرح ہیں۔ جو اپنی نرم نرم پتیاں نکالتی ہے۔ اور پھر وہ آہستہ آہستہ مضبوط ہونی شروع ہوتی ہے۔ اور درجہ بدرجہ موٹی ہوتی جاتی ہے۔ اور پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو کر قائم ہو جاتی ہے۔ اس کا یہ نشو و نما اس کے کاشت کرنے والوں کا دل لبھاتا ہے۔ مگر دشمن اس پر دانت پیستے ہیں"۔

اس لطیف قرآنی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دونوں بعثتوں کا عجیب و غریب نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پہلی بعثت جو خود آپ کی ذات والا صفات کے ذریعہ ہوئی۔ وہ صاحب تورات کی طرح **جلالی بعثت** تھی۔ جس کا اشداء علی الکفار والا نظارہ پیش کیا گیا۔ اور مسلمانوں کی جہادی یلغار نے کافروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ اور ہمارے آقا (فداہ نفسی) کے نام لیوا دنیا پر چھا گئے۔ اس کے مقابل پر دوسری بعثت جو اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کے قرآنی وعدہ کے مطابق آپؐ کے ایک بروز کے ذریعے آخری زمانہ میں مقدر تھی۔ وہ **جمالی بعثت** تھی۔ جو صاحب انجیل کی طرح جمال کے رنگ میں آہستہ آہستہ بڑھنے والی کونپل کی طرح ظاہر ہوئی۔ اس کونپل اور اسکی دھیمی دھیمی مگر یقینی ترقی کو دیکھ کر خدائی کاشتکار تو خوش ہیں۔ مگر منکرین اس پر دانت پیس رہے ہیں کہ کہیں یہ چھوٹی سی کونپل بعد میں ایک مضبوط درخت بن کر ہم پر نہ چھا جائے۔ اور ضمناً یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ یہ نیچر کا ایک عام قانون ہے۔ کہ جو چیز آہستہ آہستہ بڑھتی ہے۔ وہ عمر بھی لمبی پاتی ہے۔ پس اسلام کی ترقی کا دوسرا دور بھی خدا کے فضل سے بہت لمبا بلکہ دائمی ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ جہاں جلالی سلسلوں کے متعلق خدا کی یہ سنت ہے کہ وہ چمکتے اور گرجتے ہوئے آتے ہیں۔ اور دیکھتے دیکھتے ساری فضا پر چھا جاتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں ہوا۔ وہاں جمالی سلسلوں کے متعلق خدا کی سنت یہ ہے کہ وہ بہت آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں۔ اور کافی وقت لیکر اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح ناصریؑ کے سلسلہ میں ہوا۔ یا جیسا کہ اب احمدیت میں ہو رہا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کرام کی برق رفتار ترقی پر حضرت مسیح موعود بانی احمدیت اور آپ کی جماعت کا قیاس کرنا **قیاس مع الفارق** ہے۔ کیونکہ دونوں کا طریق اور مسلک جدا جدا ہے۔ البتہ احمدیت کے متعلق مسیحیت کی رفتار ترقی سے ضرور قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں سلسلے جمالی ہیں۔ جن کے لئے الٰہی سنت کے مطابق آہستہ آہستہ ترقی مقدر تھی۔ چنانچہ دیکھ لو۔ کہ مسیحیت شروع شروع میں تین سو سال تک کن جانگداز امتحانوں اور خطرناک ابتلاؤں میں سے گذری۔ حتیٰ کہ ابتدائی صدیوں میں حضرت مسیح ناصریؑ کے ماننے والوں کو تاریک و نار غاروں میں چھپ چھپ کر اور ہزاروں قسم کے مظالم کا نشانہ بن کر وقت گذارنا پڑا۔ لیکن جب یہی کمزور سی کونپل بڑھنے پر آئی اور مسیحیت کی ترقی کا زمانہ آیا۔ تو آج یہی قوم جس کے بزرگ دوسرے لوگوں کے پاؤں تلے روندے جاتے تھے۔ ہفت اقلیم کی بادشاہ اور دنیا بھر کی لیڈر بنی بیٹھی ہے۔ کیا یہ ترقی مسیح ناصریؑ کے وقت میں یا ان کی قوم کے ابتدائی تین سو سالوں میں کسی ظاہر بین انسان کے تصور میں آ سکتی تھی؟ پس اے عزیزو! واقعی احمدیت کی آخری ترقی اور غلبہ کے متعلق کیوں شبہ کرتے ہو؟ تمہیں تو خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقدس نام کی طفیل "**جس پہ میرا سب مدار**"[1] خدا تمہیں مسیح ناصریؑ کی قوم کے مقابلہ پر بہت جلد جلد ترقی دے رہا ہے۔ چنانچہ ابھی احمدیت کے قیام پر ستر سال نہیں گزرے کہ اس الٰہی جماعت کی شاخیں دنیا کے بیشتر ملکوں میں پھیل چکی ہیں۔ اور **انگلستان** اور **جرمنی** اور **ہالینڈ** اور **سوئٹزرلینڈ** اور **سپین** اور **ریاستہائے امریکہ** اور **نائیجیریا** اور **گولڈ کوسٹ** اور **مشرقی افریقہ** اور **ماریشس** اور **اسرائیل** اور **لبنان** اور **ہندوستان** اور **سیلون** اور **ملایا** اور **جاوا** اور **سماٹرا** اور **بورنیو** وغیرہ وغیرہ میں احمدیت کے منادِ اسلام کی تبلیغ اور اسکی **نشأۃ ثانیہ** کے استحکام کے لئے دن رات کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ان اسلامی مشنوں کے نفوذ سے تثلیث اور شرک کی طاقتیں خائف ہو رہی ہیں۔ سوچو اور بتاؤ کہ کیا یہ ایک ایسی کونپل ہے جس کے درخت بننے کے متعلق شبہ کیا جا سکے؟ دور نہ جاؤ۔ خود ہمارے ملک کے اندر یہی جو بھاری فساد گذشتہ سال برپا ہوا ہے۔ جسے ملک کی فرض شناس حکومت نے مضبوطی کے ساتھ دبا دیا۔ اور ملک کے فہمیدہ طبقہ نے بھی اس کی مذمت کی۔ کیا وہ اس بات کی علامت نہیں تھا۔ کہ وہ لوگ جو اپنی کوتاہ بینی سے اسلام کے اس مضبوط دستون اور تبلیغ کے لحاظ سے گویا **بازوئے شمشیر زن** کو مٹانا چاہتے ہیں وہ بھی اب یہ محسوس کرنے لگے ہیں۔ کہ یہ پودا بہت جلد بڑھ کر درخت بننے کی عمر کو پہنچ رہا ہے۔ و

الفضل ما شھدت بہ الاعداء

اسلام اور احمدیت کے غلبہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی بعض پیشگوئیاں

بالآخر اپنے اس وسیع مضمون کو جسے میں نے طوالت کے ڈر سے نیز اپنی علالت کی مجبوری کے تحت نہایت اختصار اور اجمال کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کے بعض اقوال اور تحریرات پر ختم کرتا ہوں تا اگر میری نحیف آواز بعض ڈگمگاتے ہوئے دلوں میں تسلی پیدا کرنے کی موجب نہ بنی ہو۔ تو حضرت مسیح موعودؑ کے زبردست مکاشفات ہی کمزور دلوں کی ڈھارس کا باعث بن جائیں۔ سب سے پہلے میں اس اطلاق کو لیتا ہوں۔ جو آپ نے کسی الہام کی بنا پر نہیں بلکہ خود اپنی خوردبین روحانی آنکھ سے خدیعہ دور کی فضا میں پیدا ہوتے ہوئے تغیر کو محسوس کر کے فرمایا۔ فرماتے ہیں اور کس لطف سے فرماتے ہیں:-

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں ملت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے **یوسف**[2] کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار
(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

اس کے بعد اسلام اور احمدیت کی آئندہ ترقی کے متعلق فرماتے ہیں:-

"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا۔ اور **دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا**۔ یہ اس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"۔
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۶)

پھر فرماتے ہیں:-

"اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ ..... یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں۔ وہ تمام مریں گے۔ اور ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی۔ وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا کہ زمانہ **صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا** اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ ابھی تک آسمان سے نہ اترا۔ تب سب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج
(باقی صفحہ ۱۴ پر)

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

[1] حاشیہ:- یہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک شعر کا حصہ ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:-
"پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمدؐ جس پہ میرا سب مدار"

[2] یوسف سے اس جگہ اسلام کی ترقی مراد ہے۔ جو اس وقت گویا امتِ محمدیہ کا ایک کھویا ہوا متاع ہے۔

کوائف جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۴ء

از مکرم مولوی محمد صادق صاحب ناقد متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

۲۶ر دسمبر پہلا اجلاس

پہلا اجلاس پونے دس بجے زیر صدارت مکرم جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر امیر جماعت احمدیہ لاہور منعقد ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد مکرم ... مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان نے افتتاحی دعا فرمائی۔ اور بعد ازاں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے آمدہ پیغام پڑھ کر سنایا۔

بعدہٗ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ دہلی نے "ذکر حبیب" پر تقریر کرتے ہوئے ... میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ آنحضرت صلعم کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے شاہد۔ مبشر۔ نذیر اور داعی الی اللہ بنا کر بھیجا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہد ہونے کے لحاظ سے دنیا کے سامنے اسوۂ حسنہ پیش کیا۔ مبشر ہونے کی وجہ سے بہت سی بشارات دیں۔ نذیر ہونے کے اعتبار سے بہت سے انذار کئے۔ اور داعی الی اللہ ہونے کی وجہ سے تمام اقوام کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا فاضل مقرر نے بحوالے تفصیل کے ساتھ حضرت اقدسؑ کے اعلیٰ فاضلہ کو پیش کیا۔ اور حضور کے تعلق باللہ پر کئی واقعات کے ذریعہ روشنی ڈالی۔ نیز حسن سلوک۔ دوستوں سے درگذر۔ دشمنوں سے عفو۔ انکساری اور مہمان نوازی کے کئی واقعات بیان کئے۔

آخر میں مولانا ابو الکلام آزاد وزیر تعلیم بھارت کے بڑے بھائی مولانا ابو النصر کا بیان سنایا جو انہوں نے ۱۹۰۵ء میں اپنی قادیان میں آمد اور حضرت اقدس سے ملاقات اور حضور کے اخلاق عالیہ کے متعلق اخبار وکیل امرتسر میں شائع کیا تھا جس میں پھر بھی قادیان آنے کے شوق کا اظہار کیا تھا۔

اس کے بعد جناب الحاج مولانا محمد سلیم صاحب فاضل سابق مبلغ ممالک اسلامیہ (حال مبلغ کلکتہ) نے "بھارت کی ترقی کس طرح ہو سکتی ہے" کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے بتایا کہ ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے۔ اور ہمارا یہ جلسہ بھی ایک مذہبی تہوار ہے۔ اس لئے میں بھارت کی ترقی پر بھی مذہبی نقطہ نگاہ ہی سے روشنی ڈالوں گا۔ چنانچہ آپ نے بیان کیا کہ بھارت کی ترقی کی سکیموں پہ لاکھوں روپیہ صرف کیا جا رہا ہے۔ اور ملک اسے یہ کوشش کر رہا ہے کہ وہ ترقی کرے اور دنیا میں اس کا نام زندہ باقی رہ جائے۔ مگر قرآن کریم فرماتا ہے، کہ والعصر ان الانسان لفی خسر کہ انسان بہر صورت گھاٹے میں ہے۔ ترقی کرنے کی صرف اور صرف یہی صورت ہے کہ انسان خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر نیک اعمال بجا لائے۔ اور اس کی صفت ربوبیت کو اپنے اندر پیدا کر لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔ پس بھارت کی حکومت اسی صورت میں ترقی کر سکتی ہے کہ وہ اپنے اندر صفتِ ربوبیت پیدا کر کے تمام رعایا سے یکساں سلوک کرے۔ جس کے بغیر دنیا میں کوئی حکومت پائیدار نہیں ہو سکتی۔ اگر ملک میں تمام لوگوں کے حقوق محفوظ ہوں گے۔ ان کا مال و جان اور ان کی عزتیں محفوظ ہوں گی۔ تو وہ یقیناً اپنے ملک کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ وہ ملک کی طرف سے لڑیں گے۔ اور اس کی حفاظت کے لئے ایک مضبوط اور آہنی دیوار بن جائیں گے۔ نیز آپ نے بتایا کہ بھارت کی ترقی کے لئے امن سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ امن کے بغیر دنیا میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اور لوگوں کو چاہیئے کہ وہ حکومت کے لئے قانون کی پابندی کریں۔ اور حکومت کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں۔ اور بتایا کہ احمدیہ جماعت کی یہ تعلیم ہے کہ تم جس حکومت کے ماتحت رہو اس سے قانون کی پابندی کرو۔

دوسرا اجلاس

زیر صدارت مکرم جناب سید بشارت احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن دوسرا اجلاس ظہر و عصر کی نمازوں کے جمع کرنے کے بعد اڑھائی بجے منعقد ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد مکرم جناب گیانی واحد حسین صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ نے "وہی ہمارا کرشن" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ ہندوستان میں عظیم تفرقات کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم مختلف اقوام کے افراد ایک دوسرے کے خیالات کو نہیں سنتے۔ اور نہ یہ ایک دوسرے کے بزرگوں کی زندگی کے حالات سے واقف ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بتایا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس بیگانگی کو دور کرنے کے لئے ۱۹۲۴ء میں جلسہ پیشوایانِ مذاہب کی بنیاد رکھی۔ جس کا مذہبی دنیا پر بہت اچھا اثر ہوا ہے۔

آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے بیان کیا۔ کہ حضرت کرشن علیہ السلام کی آمد کی غرض گئو پال بیان کی جاتی ہے۔ صرف یہ ظاہری گائے پالنا مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایک نبی کی آمد کی یہ غرض نہیں ہو سکتی۔ اگر گئو پال کے دوسرے معنوں کو مدنظر رکھ کر حضرت کرشنؑ کی آمد کی غرض بہت حد تک صاف اور واضح ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ گئو کے معنی غریب اور زمین کے بھی ہیں گئو پال یعنی غریبوں کی پرورش کرنے والا۔ یا زمین کی پرورش کرنے والا (زمیندار) گویا ان معنوں کی رو سے حضرت کرشنؑ تمام مخلوق کی حفاظت کرنے کے لئے آئے تھے۔ ہاں اگر اسی ضمن میں گائے کی بھی حفاظت کرتے ہوں گے۔ نہ اس میں ملک کا فائدہ مدنظر ہوگا۔ کوئی مذہبی پہلو ہرگز مدنظر نہیں ہوتا تھا۔ مزید گیانی صاحب نے بتایا کہ حضرت کرشنؑ کو حدیث میں نبی کہا گیا ہے۔ اور احمدیہ جماعت حضرت کرشنؑ کو اللہ تعالیٰ کا نبی اور اوتار تسلیم کرتی ہے۔ اور بعض دوسرے مسلمانوں کے حوالے دیتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے بھی حضرت کرشنؑ کو نبی تسلیم کیا ہے۔

۲۷ر دسمبر اجلاس اول

۲۷ر دسمبر کو پہلا اجلاس زیر صدارت مکرم جناب سیٹھ معین الدین صاحب امیر جماعت چنت کنٹہ (دکن) منعقد ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد مکرم جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر نے سیرت آنحضرت صلعم پر تقریر فرمائی آپ نے اپنی تقریر کے آغاز میں بیان کیا کہ چونکہ نبی کریم صلعم تمام دنیا کی طرف آئے تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ اپنی تمام تعلیمات پر عمل کر کے بھی دکھا دیتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلعم کے نمونہ اور عمل کے متعلق بیان فرماتا ہے۔ کہ ولکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔ پس نبی کریم صلعم کا نمونہ اور عمل اسلام کی جان ہے۔ فاضل مقرر نے آنحضرت صلعم کے مشاغل کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ حضورؐ اس قدر مشاغل کے باوجود بھی عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور اس میں ایک لذت اور سرور محسوس فرماتے اور نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیتے تھے۔ آپ نے آنحضرت صلعم کی بردباری۔ تواضع۔ ہمسایہ سے حسن سلوک کے واقعات اور عورتوں کے حقوق جذبات سے متعلق تعلیمات اور مساکین و فقراء سے محبت دشمنوں اور جانوروں سے شفقت اور غلاموں کی آزادی کے متعلق حضورؐ کے کردار پر روشنی ڈالی

بعد ازاں مکرم جناب حکیم صلاح الدین صاحب ایم۔ اے (قائمقام ناظر بیت المال) نے "جماعت کے غیر مسلموں سے سلوک" کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے شروع میں بیان کیا۔ کہ جماعت احمدیہ نے غیر مسلموں سے حسن سلوک کسی احسان کی

(بقیہ صفحہ پر)

شبہات کا ازالہ بقیہ صفحہ ۱۳

کے رو سے پوری نہیں ہوگی تو عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور **دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔** میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴ و ۶۵)

اور بالآخر اس ترقی اور غلبہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔ اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے **سلسلہ کو تمام زمین پہ پھیلائے گا** اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور **ہر اک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی** اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دیگا اور اپنے وعدہ کو پورا کریگا۔ ....

سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کر لو کہ **یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔"**

(تذکرہ صفحہ ۶۴۵)

کیا ان زبردست پیشگوئیوں کے ہوتے ہوئے جو دنیا کے خالق و مالک آقا اور خدائے علیم و قدیر کی طرف سے ہیں۔ کوئی سچا احمدی ماحول کے موجودہ خطرات یا یورپ اور امریکہ اور روس کی موجودہ ترقیات سے مرعوب ہو کر اسلام اور احمدیت کی آخری کامیابی اور غلبہ کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی شبہ کر سکتا ہے؟ لاریب حق وہی ہے جو خدا کے مسیح نے فرمایا کہ

"قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا"

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اسلام اور احمدیت کا ایک ادنیٰ خادم
خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۵۴ء
(الفضل ۱۴ / ۲۲ر دسمبر ۱۹۵۴ء)

خاطر نہیں کیا۔ بلکہ اپنا فرض سمجھ کر کیا ہے۔ کیونکہ احمدیت کی تعلیم ہی ایسی ہے۔ کہ جس میں ہر ایک سے حسن سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب پیغام صلح کا اقتباس پڑھ کر سنایا۔ کہ جس میں دوسرے مذاہب والوں کے جذبات کا خیال رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

اس کے بعد آپ نے بعض اخبارات کے بیانات سنائے۔ کہ جن میں جماعت احمدیہ کے متعلق بتایا گیا تھا۔ کہ اس نے رواداری کی تعلیم دی ہے۔ نیز آپ نے کئی ایسے واقعات بیان کئے۔ جن میں بتایا گیا کہ احمدیوں نے مخالفت مول لے کر اور فسادات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ۱۹۴۷ء کے فسادات کے موقعہ پر قریباً نصف لاکھ ہندوؤں اور سکھوں کی حفاظت کی اور پاکستان سے آئے ہوئے ہندوؤں اور سکھوں کی کئی طرح سے مدد کی۔ اور یہ بھی بتایا کہ ابھی ہمارے اعداد و شمار بالکل نامکمل ہیں۔

آپ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ ۱۹۴۷ء پر موصولہ پیغام کا اقتباس سنایا۔ کہ ہندو اور سکھ تمہارے مہمان ہیں۔ ان کا ہر طرح خیال رکھو۔ اور نقصان پہنچانے والی باتوں سے درگذر کرو۔ نیز بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تعلیم اور اپنے عملی نمونہ سے اخلاقِ فاضلہ کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور انسان اس قسم کے اخلاق فاضلہ مادی ترقی کے ذریعہ سے ہرگز پیدا نہیں کر سکتا۔ مادی ترقی بنی نوع انسان کو بالآخر ہلاکت اور اخلاق باختگی کی طرف لے جا رہی ہے۔ صرف روحانیت اور تعلق باللہ ہی اخلاق فاضلہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی یہی غرض ہے۔

اس کے بعد مکرم جناب حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری ناظر تعلیم و تربیت نے "جماعت احمدیہ اور دیگر فرقوں میں فرق" پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ تمام مذاہب کی بنیاد خدا تعالےٰ کی وحدانیت اس کے انبیاء اور اس کی الہامی کتب پر ہے۔ خدا تعالےٰ کی ذات میں کوئی اختلاف نہیں۔ صرف ناموں میں فرق ہے۔ ہاں البتہ اس کی صفات میں ضرور اختلاف کیا جاتا ہے۔ مثلاً اس کی صفت سمیع اور تکلم کو بعض فرقے معطل مانتے ہیں۔ حالانکہ اگر خدا تعالےٰ سنتا اور بولتا نہ ہو۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی۔ کہ خدا تعالےٰ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ خدا تعالےٰ کو سننے اور بولنے والا تسلیم کرتی ہے چنانچہ آپ نے اس کے ثبوت میں کئی دلائل بیان کئے۔ دوسرا فرق آپ نے یہ بیان کیا کہ باقی تمام فرقوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی صرف انہیں میں آیا۔ باقی قومیں ہمیشہ سے اس نعمت سے محروم ہیں۔ لیکن ہماری جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ یعنی دنیا کی ہر قوم میں نبی آتے رہے ہیں۔ تیسرا فرق یہ کہ باقی فرقوں کے نزدیک قرآن کریم کی بعض آیات منسوخ ہیں۔ مگر ہماری جماعت قرآن کریم کو کامل اور مکمل کتاب یقین کرتی ہے اور تنسیخ کی قائل نہیں۔ چوتھا فرق یہ کہ باقی فرقوں کے برعکس ہمارے نزدیک دوزخ کا عذاب دائمی نہیں۔ بلکہ ہم اُسے ایک شفا خانہ تسلیم کرتے ہیں کہ جس میں گنہگاروں کی روحانی بیماریوں کا علاج ہوگا اور شفا یابی کے بعد ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔

دوسرا اجلاس

دوسرا اجلاس ظہر و عصر جمع کرنے کے بعد اڑھائی بجے مکرم جناب الحاج مولوی محمد سلیم صاحب مبلغ کلکتہ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد مکرم جناب مولانا بشیر احمد صاحب شاہد مبلغ دہلی نے اسلامی تمدن پر تقریر کرتے ہوئے ابتداء میں عرب کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے بتایا کہ کس طرح رسول کریم صلعم نے ایک وحشی قوم کو انسان بنایا اور انسان سے مہذب۔ متمدن اور بااخلاق اور مہذب اور بااخلاق انسان سے باخدا انسان بنایا۔ جو تمدن مسلمانوں نے دنیا میں پھیلایا۔ وہ آج بھی دنیا کے بہت سے حصوں میں پایا جاتا ہے۔ اور باوجود مسلمانوں کی حکومت ختم ہو چکی لیکن ان کا تمدن زندہ ہے۔ کیونکہ اسلامی تمدن دراصل مذہب اسلام کا ایک جزو ہے چونکہ مذہب اسلام ایک زندہ اور دائمی مذہب ہے اس لئے مسلمانوں کا تمدن بھی زندہ ہے۔ ارکان تمدن میں سے آپ نے ان قوانین پر بالتفصیل روشنی ڈالی۔ جو کہ قرآن کریم نے دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً یہ کہ صرف عداوت یا حرص اور لالچ کی بناء پر کسی قوم پر حملہ نہ کیا جائے۔ اور اگر مجبوراً مدافعانہ جنگ کرنی پڑے۔ تو کسی عورت۔ بچہ۔ بوڑھا۔ راہب پر حملہ نہ کیا جائے۔ جنگ میں فاتح ہونے کی صورت رسول کریم صلعم۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کا نمونہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ فاتح ہونے کی صورت میں مفتوح قوم کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنا چاہیئے

فاضل مقرر نے مساوات انسانی اور رواداری پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ اسلام وہ مذہب ہے کہ جس نے مساوات انسانی کا صحیح تصور اور نمونہ پیش کیا۔ اسلام کے اندر کالے۔ گورے امیر اور غریب کا کوئی فرق نہیں۔ اسلام نے تمام اختلافات کو دور کر کے نہایت کے ساتھ مساوات کو قائم کیا۔

رواداری پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ مسلمانوں نے اپنے حکومت کے زمانہ میں غیر مسلم قوموں کی عبادت گاہوں کا خاص طور پر خیال رکھا۔ اور بادشاہوں نے کبھی بھی رواداری کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ ہندوستان کے بادشاہوں میں سے بابر۔ ہمایوں۔ اکبر۔ اورنگ زیب عالمگیر کے واقعات کا تذکرہ کر کے ان کی رواداری پر روشنی ڈالی

آخر میں بتایا کہ مسلمانوں نے علمی اعتبار سے دنیا میں کس قدر ترقی کی۔ اور علم ہیئت۔ علم ہندسہ علم جغرافیہ اور علم تاریخ میں کس قدر کتب انہوں نے تحریر کیں۔

بعدازاں مکرم جناب مولانا شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ بمبئی نے "جماعت اسلامی کے غیر اسلامی مسلک" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے مولانا مودودی صاحب کے آجکل جیل میں بند ہونے کی وجہ بیان کی۔ کہ وہ پاکستان میں مولویوں کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام کے معنی صلح، امن، سلامتی اور بردباری کے ہیں لیکن انہوں نے اپنی جماعت کے نام کے خلاف تشدد آمیز مسلک اختیار کر رکھا ہے۔ اور ان کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ طاقت فراہم کر کے ملک کی موجودہ حکومت پر قبضہ کر لینا جائز ہے۔ وہ اپنے اصولوں کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے جبر و تشدد کے قائل ہیں۔ جس کا نتیجہ گذشتہ سال اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حالانکہ اسلام لا اکراہ فی الدین کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے بعد مولوی مودودی صاحب کے مختلف فتاویٰ کو پیش کر کے ان کے مسلک کی وضاحت کی۔ اس کے مقابل پر آپ نے جماعت احمدیہ کے عقائد اور اس کی تعلیمات کو پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ہماری جماعت کی غرض و غائت دنیا میں قرآن کریم کی تعلیمات کو قائم کرنا ہے لیکن جبر و تشدد سے نہیں۔ بلکہ نرمی اور اخلاق سے اور دعاؤں پر زور دیتے ہوئے۔ اور بتایا کہ جماعت احمدیہ کا مقصد لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرنا ہے نہ کہ ملکوں اور حکومتوں پر۔

۲۸ دسمبر پہلا اجلاس

۲۸ دسمبر کو پہلا اجلاس زیر صدارت مکرم جناب میاں محمد یوسف صاحب سابق پرائیویٹ سیکرٹری حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ منعقد ہوا۔ قرآن کریم کی تلاوت اور نظم کے بعد مکرم جناب سید اختر احمد صاحب ایم۔ اے پروفیسر پٹنہ کالج نے "دنیا کی اقتصادی مشکلات کا حل" کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے انسانوں کی اخلاقی حالت کو بدلنا چاہیئے۔ اس کے بعد اقتصادیات کی طرف توجہ دینا چاہیئے۔ صرف اقتصادی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرنا اور انسانوں کی زندگی کو ہر پہلو سے بدلنے کی کوشش نہ کرنا ایک نہایت ہی ناقص کوشش ہے۔ کیونکہ اس سے کوئی خاص تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور اگر کوئی تبدیلی ہوگی تو وہ نہایت ہی ناقص ہوگی۔ پس اسوقت دنیا کے تمام موجودہ نظام صرف مادی پہلوؤں پر زور دیتے ہیں۔ اور انسانوں کے جذبات و احساسات کی درستی سے غافل ہیں۔ حالانکہ اقتصادی مشکل کو حل کرنے سے قبل انسانی جذبات و جبلت کو درست کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ہر نبی سب سے اول انسانی جذبات کو درست کرتا ہے۔ اور یہی اصل جڑ اور بنیاد ہے۔ اگر موجودہ نظاموں نے اس جڑ اور بنیاد کو درست نہ کیا اور انسانی جذبات کو فراموش کر دیا۔ تو بالآخر آپس میں ٹکرا ٹکرا کر لڑ مریں گے۔ اور پھر وہی جنگل لا (جنگل کا قانون) شروع ہو جائیگا۔

اسلام نے اسی جڑ اور بنیاد کو درست کیا ہے۔ یعنی انسانی جذبات کو نہایت وسیع اور گہرے طور پر پیش کیا۔ کہ جس پر صحیح اقتصادی نظام قائم ہوتا ہے۔ امن وہ بنیادی مطالبہ ہے کہ جس کے بغیر دنیا میں کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ احمدیت دنیا کے سامنے یہی چیز پیش کرتی ہے۔ کہ اپنے نظام کو امن کے ساتھ پھیلانا چاہیئے۔ کیونکہ تشدد کے فلسفہ کی وجہ سے ترقی کی رفتار رک جاتی ہے۔ احمدیت نے اقتصادی مسئلہ کا جو حل پیش کیا ہے۔ اس میں روحانی اور اخلاقی پہلو غالب رہتا ہے۔ لیکن دنیا کے باقی نظام انسان کے حیوانی جذبات اور بہیمیت کو ابھارتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں فتنہ و فساد اور شورش کی روح پیدا ہوتی ہے۔

آخر میں آپ نے بیان کیا کہ اسلام صحیح انقلاب پیدا کرنے کیلئے ایسے لوگ پیدا کرتا ہے۔ جو کہ نیک اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں۔ اور جن کے دل میں انسانی ہمدردی کا جذبہ موجزن ہو۔ اسلام عیش و عشرت کو مٹاتا اور کام کرنے کی ہدایت اور دوسروں سے مل جل کر کام کرنے کی تاکید کرتا ہے۔

اس کے بعد مکرم گیانی واحد حسین صاحب نے "ہمارا نانک" کے عنوان پر تقریر کی۔ اور بتایا کہ حضرت بابا نانک جی کی زندگی کے حالات بیان کرنے میں ایک بڑی دقت یہ ہے کہ تمام تاریخیں اشعار میں ہیں۔ اور جو تاریخی نثر میں ہیں۔ وہ انگریزی تاریخوں کے تراجم ہیں۔ اس کے بعد آپ نے بعض ایسی باتوں کا معقولانہ رد کیا جو کہ باباجی کی طرف غلط طور پر منسوب کی جاتی ہیں۔ آپ نے باباجی کی مذہبی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کیا کہ آپ شروع ہی سے خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار رہتے۔ خدا تعالےٰ کی تلاش میں مشرق و مغرب میں جگہ جگہ پھرے اور عبادت کی اور بالآخر خدا تعالےٰ کو پا لیا۔ اور خدا تعالےٰ کے نام کا دنیا میں پرچار شروع کر دیا۔ کہ جس کی وجہ سے آپ کو مخالفین کی طرف سے بڑی بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ تبلیغ نہایت ہی احسن طریق سے کرتے تھے۔ جس کے ثبوت میں گیانی صاحب نے کئی ایک واقعات بیان کئے۔

دوسرا اجلاس

دوسرا اجلاس نماز ظہر و عصر کے بعد زیر صدارت مکرم محترم جناب مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل امیر مقامی و ناظر اعلیٰ قادیان منعقد ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم جناب ابوالمنیر مولوی نورالحق صاحب شاہد

کر

پروفیسر جامعۃ المبشرین ربوہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض و غائت، پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ چونکہ دنیا خدا تعالےٰ کی ہستی کو بھول چکی تھی۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اپنی ہستی کا ثبوت دینے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا۔ اگرچہ کائنات عالم پر غور کرنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ نظام خود بخود نہیں بلکہ اس کے بنانے والی کوئی ہستی ضرور ہے مگر یہ یقین صرف ہونا چاہیئے تک محدود رہتا ہے۔ لیکن انا الموجود کا یقین اور ثبوت انبیاء کے ذریعہ ہی حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ زندہ خدا کا قبل از وقت باتوں کے پورا ہونے سے اور تائید اور نصرت الہٰی سے ہی پتہ چل سکتا ہے۔ اس ضمن میں فاضل مقرر نے حضرت مسیح موعودؑ کی بہت سی پیشگوئیوں کا ذکر کیا۔

اس کے بعد جماعت احمدیہ کی بین الاقوامی حیثیت پر مکرم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل نے تقریر کی۔ آپ نے اپنی تقریر کے آغاز میں بیان کیا۔ کہ دنیا کی ہر ایک قوم کا ہماری جماعت کے ساتھ تعلق ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ میں تمام دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے آنحضرت صلعم کی بعثت ثانیہ کی غرض پوری ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں دنیا کے تمام متفرق لوگوں کو ایک جگہ پر اکٹھا کرنا چاہتا ہوں۔ جب آپ نے یہ دعویٰ کیا۔ تو تمام دنیا نے آپکی مخالفت کی مگر وہ خدا جس نے یہ پودا لگایا تھا اس نے آج تک اس کی حفاظت کی۔ قادیان ایک گمنام بستی تھی مگر آج دنیا کا کوئی حصہ احمدیت سے خالی نہیں اور اسکے ثبوت میں فاضل مقرر نے بعض اخبارات کے بیانات سنائے۔ آپ نے بتایا کہ جب کسی قوم کو یہ حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے مٹا نہیں سکتی۔ پس اگر ہمیں ایک جگہ دبایا جائے گا تو ہم دوسری جگہ ابھریں گے۔ اس کے بعد آپ نے جماعت کی حقیقت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ بھارت میں اردو ہندی کا جھگڑا چل رہا ہے۔ لیکن زبان کے اعتبار سے بھی ہماری جماعت کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ عربی زبان کو حضرت مسیح موعودؑ نے تمام زبانوں کی ماں ثابت کیا ہے۔ باقی تمام زبانیں اس کی بیٹیاں ہیں۔ اور ماں یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ اسکی کوئی بیٹی تباہ و برباد ہو جائے۔ پس ہم زبان کے لحاظ سے بھی دنیا میں لڑائی نہیں کرسکتے۔

اس کے بعد مکرم مولوی صاحب نے احمدیت کی اس سنہری تعلیم کو پیش کیا۔ کہ تم جس حکومت کے ماتحت رہتے ہو۔ اس کے قانون کی پابندی کرو۔ پس ایک احمدی باغی کرو ودوں کا ترشحہ رہ سکتا ہے مگر حکومت کے قانون کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ہماری جماعت دنیا کی تمام حکومتوں اور ملک کے اندر پھیلی ہوئی ہے۔

اس کے بعد صاحب صدر نے حکام کے تعاون کا شکریہ ادا کیا۔ اور باہر سے آنیوالے اور غیر مسلم احباب کا بھی شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ہمارے جلسہ کو نہایت اطمینان اور شوق سے سنا۔ پھر آپ نے آمدہ تاریں سنائیں اور حاضرین سمیت لمبی دعا فرمائی اور جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

ولادت

خاکسار کے ہاں مورخہ ۲۹ ۱۱/۵۴ کو اللہ تعالےٰ کے محض اپنے فضل و کرم سے پہلا لڑکا تولد ہوا ہے۔ نومولود کا نام حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے نعیم اللہ تجویز فرمایا۔

عزیز مکرم مرزا اسلام احمد صاحب آف قادیان کا پوتا ہے۔ احباب کرام سے استدعا ہے کہ دعا فرمادیں کہ مولا کریم عزیز کو عمر دراز عطا فرمائے۔ اور دین و دنیا کی نعما سے متمتع فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام مرزا عنایت اللہ ہیڈ ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ۔

وفات اور درخواست دعا

محمد احمد صاحب شیلبو کا ایک چھ سالہ لڑکا مکان کی چھت سے گر کر فوت ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی وفات کے وقت محمد احمد صاحب اور دوسرے بھائی وغیرہ اپنے گھر پر موجود نہ تھے۔ اور نماز جنازہ تک بروقت نہ ہو سکی۔

تمام دوست دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کے والدین و دوسرے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ نیز نعم البدل سے نوازے۔ آمین دوست نماز جنازہ غائب پڑھکر عنداللہ ماجور ہوں

خاکسار سید شجاعت علی پر بھاکر قادیان

چنڈی گڑھ۔ گنگوال پاور ہاؤس جس کا افتتاح ۲ر جنوری کو صدر جمہوریہ ہند نے کیا ہے سارے ایشیا میں سب سے بڑا بجلی گھر ہے۔ اس میں دو لاکھ بیس ہزار وولٹ بجلی تیار ہو سکے گی۔ اس کارخانہ میں بجلی کی جدید ترین مشینیں نصب کی گئی ہیں۔ اس پاور ہاؤس کی بجلی کو منتقل کرنے کے لئے ۱۰۲ فٹ بلند ۲۶۶ فولادی کھمبے نصب کئے گئے ہیں۔

اعلان تقرر عہدہ داران

قادیان کے عہدیداران کا ذیل کا انتخاب عمل میں آیا ہے۔ ان کی میعاد عہدہ جنوری ۱۹۵۵ء تا ۳۰ر اپریل ۱۹۵۶ء تک ہو گی۔ اللہ تعالےٰ فرائض کو بطریق احسن انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

ناظر اعلےٰ قادیان

۱۔ جنرل سیکرٹری ۔ مکرم مولوی برکت علی صاحب
۲۔ سیکرٹری امور عامہ مکرم چوہدری عبدالحق صاحب
۳۔ سیکرٹری تعلیم و تربیت مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب
۴۔ سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ مکرم مولوی عبدالحق صاحب
۵۔ سیکرٹری مال ۔ مکرم ممتاز احمد صاحب ہاشمی
۶۔ سیکرٹری تحریک جدید۔ مکرم دفعدار محمد عبداللہ صاحب
۷۔ سیکرٹری وصایا ۔ مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب
۸۔ آڈیٹر ۔ مکرم قریشی عطاء الرحمان صاحب

انتخاب دورہ اڑیسہ

علاقہ اڑیسہ کی جماعتوں کا دورہ مکرم سید صمصام الدین صاحب کریں گے۔ وہ اپنے دورہ کی تاریخوں سے ہر جماعت کو خود اطلاع دیں گے۔ امید ہے احباب ان سے تعاون فرمائیں گے۔ اس دوران میں تعلیم و تربیت اور دیگر نظارتوں سے متعلق امور بھی سر انجام دیں گے۔

ناظر بیت المال

اَھْلًا وَّ سَھْلًا وَّ مَرْحَبًا

جلسہ سالانہ پر مکرم جناب محمد کریم اللہ صاحب نوجوان ایڈیٹر ہفت نامہ "آزاد نوجوان" مدارس سے مندرجہ ذیل اقارب کے ہمراہ تشریف لائے۔ اور ۲۳ر دسمبر کو آپ بیعت سے مشرف ہو کر خلافت ثانیہ سے وابستہ ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ آپ کا خاندان سرگرم اور مخلص خاندان ہے۔ اس سے قبل آپ غیر مبائعین میں شامل تھے۔ امید ہے آپ کی خلافت احمدیہ سے وابستگی جماعت کے لئے زیادہ تقویت کا باعث ہو گی۔ اللہ تعالےٰ آپ کے عزائم اور ہمت میں برکت دے۔ ہم آپ کو قلبی ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور آپ کے ازدیاد ایمان کے لئے دعا گو ہیں۔

۱۔ محترمہ اختری بیگم صاحبہ والدہ صاحبہ نوجوان صاحب
۲۔ محترمہ نجیب النساء بیگم صاحبہ نانی صاحبہ " "
۳۔ محترمہ فاطمۃ النساء بیگم صاحبہ اہلیہ صاحبہ " "
۴۔ محترمہ اعظم النساء بیگم صاحبہ ہمشیرہ صاحبہ " "
۵۔ مکرم محمد عبدالعزیز صاحب برادر خورد " "
۶۔ مکرم محمد احمد اللہ صاحب " " "
۷۔ مکرم محمد عصمت اللہ صاحب " " "

(ایڈیٹر)

چار موصیوں کی تدفین

جلسہ سالانہ پر مندرجہ ذیل موصی احباب کی نعشیں قادیان لائی گئیں۔ ۲۹ر دسمبر کو بڑے باغ میں جنازہ گاہ میں بوقت عصر مکرم جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے کثیر احباب کی معیت میں ان کا جنازہ پڑھایا اور ان کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ مرحومین کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

(۱) مکرم سیٹھ محمد حسین صاحب امیر جماعت چنت کنٹہ (دکن) (۲) مکرم محمد اعظم صاحب پسر مکرم سیٹھ محمد حسین صاحب (۳) مکرمہ امۃ السلام بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم حسن محمد صاحب چنت کنٹہ (۴) مکرم محمد عمر صاحب حیدرآباد (دکن)

احباب مرحومین کی مغفرت و بلندیٔ درجات کے لئے دعا فرمائیں۔